النظم

فی بعض مسائل الامام الهمام ابو حامد محمد الغزالی رحمه الله تعالی

من العبد المفتقر الی الله الصمد سید احمد

الاول - فی ذات الله تعالی - کما صرح به فی کتابه المضنون به علی غیر اهله -

الثانی - فی واردات القلبیه - کما صرح به فی کتابه المنقذ من الضلال -

الثالث - فی اصناف الفلاسفة وعلومهم - کما صرح به فی کتابه المنقذ من الضلال

الرابع - فی الروح وحقیقتها - کما صرح به فی کتابه المضنون به علی غیر اهله -

[illegible] - [illegible] والقلم - کما صرح به فی کتابه المضنون به علی غیر اهله -

[illegible] - فی الصراط والمیزان - کما صرح به فی کتابه الاقتصاد فی الاعتقاد

وفی کتابه المضنون به علی غیر اهله

السابع - فی الملائکة والجن والشیاطین - کما صرح به فی کتابه المضنون به علی غیر

اهله - وفی کتابه المضنون به علی [illegible]

الثامن - فی الاسلام والزندقة - کما صرح به فی کتابه التفرقة بین الاسلام والزندقة

[illegible] فی مطبع فیض عام علی گڈھ

النظر

فی رسالة الامام حجة الاسلام ابو حامد محمد الغزالی

المسمیٰ به

تفرقة بین الاسلام والزندقة

ہیں، نہایت

شفاف اور خوس

طبع فی المطبع فیض عام الکائن فی

بلدة علی گڈھ

النظر
فی رسالة الامام حجة الاسلام ابو حامد محمد الغزالی رح

المسمی بالتفرقة بین الاسلام والزندقة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو لوگ کہ تقلید کی ادہا دہندی سے نکلے اور تحقیق کے میدان میں بہادرانہ قدم رکھا
اون میں سے ایک امام غزالی بھی ہیں، عام خیالات سے علیحدہ ہو
کہولکر رستہ چلنا، ہمیشہ اون لوگوں کے طعن و تشنیع کا باعث
کی مانند آنکھوں پر پٹی باندہے چکر کہاتے رہتے ہیں، رات دن
مگر جب دیکھو تو وہیں کے وہیں ہیں، اسی طرح امام غزالی پر بھی عام خیالات کے
لوگوں نے بہت کچھ لعن و طعن کیا ہے۔ اون کے کفر کے فتوے دے گئے، انکا
قتل مباح کہا گیا۔ اون کی کتابوں کے جلانیکا حکم دیا گیا، گو کہ ایک زمانہ کے بعد
وہ مقبول ہوئے، اور مقبول ہوئیں۔

جس زمانہ میں کہ اون پر کفر کی بوچھار ہو رہی تھی، اور ہر طرف سے لعنت لعنت

آواز آرہی تھی، اون کے مخلصین کا دل جلتا تھا، اور تڑپ تڑپ کر رہجاتے تھے۔ مگر ایک مخلص نے جو کسی قدر جرأت رکھتا تھا امام سے اپنا سوز دل کہا، اور اوس کی دوا چاہی، اوس پر امام نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے جو درحقیقت حرز جان کے قابل ہے، اور ہم اوسی کا ریویو لکھنا چاہتے ہیں +

انسان کا دماغ کیسا ہی روشن ہوجاوے، اور وہ کیسی ہی دلی قوت اور نڈر جرأت اور بیخوف ملامت اون تعلیمی اور تقلیدی اور تربیتی بندشوں کو توڑنا چاہے جنسے وہ اپنے چھٹپن سے بندہا ہوا ہے، پھر بھی کوئی نہ کوئی بندش اوس کو باندھے رہتی ہی۔ ہمارے ہاں کے علماء کا بھی جنہوں نے اون بندشوں کو توڑا اور میدان تحقیق میں بہادرانہ قدم رکھا، اور جن کا سلسلہ حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ پر ختم ہوتا ہے، یہی حال ہوا ہے، اون کی تصانیف میں اون سخت بندشوں کے جابجا گہرے نشان پائے جاتے ہیں، نہایت عالی دماغی سے ایک عمدہ مضمون لکھتے چلے جاتے ہیں۔ جو مثل ایک شفاف اور خوشگوار دریا کے بہتا چلا جاتا ہی۔ پہر جاکر اوسی بند میں بند ہوجاتا ہے، اور سڑا ہوا پانی معلوم ہوتا ہی۔ اون کی تصانیف کے ایک صفحہ کو دیکھو تو الہام ربانی معلوم ہوتا ہی، اور دوسرے صفحہ پر ایسا مضمون آجاتا ہی جسکو دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ امام غزالی کا جسکا ہم ریویو لکھنا چاہتے ہیں بہت چھوٹا ہے، مگر اوس میں نہایت عالی مضامین بھرے ہوئے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں ہیں، باایں ہمہ شتر گربہ سے خالی نہیں، اوس پر نظر ڈالنے اور اوس کا ریویو لکھنے سے میرا مقصد یہ ہی کہ جہاں تک مجھسے ہوسکے اون دونوں قسم کے مضامین میں تمیز کروں۔ اور اون کے رسالہ کا حاصل بہی اوس ریویو میں لکھوں +

یہ رسالہ درحقیقت ایک خط ہے، امام صاحب نے اُس کو اِسطرح پر شروع کیا ہی کہ" اے بھائی اور اے میرے دوست جب تم حاسدوں کے طعنے میری بعض کتابوں کی نسبت سنو جو میں نے اسرار علامات دین میں لکھی ہیں، اور جنکی نسبت طعنہ کرنیوالے سمجھتے ہیں کہ اون میں متقدمین علماء علم کلام کے مخالف باتیں ہیں، اور وہ مذہب اشاعرہ سے الگ ہونیکو گو کہ وہ بالشت ہی بھر کیوں نہو، اور اونکے خلاف کرنیکو گو کہ وہ ایک ذرہ سی چیز ہی میں کیوں نہو، گمراہی جانتے ہیں، تو اے میرے دوست دل تنگ مت ہوؤ، اور ایسے لوگوں کی باتوں پر صبر کرو، اور پوہ پوہ کر کے چھوڑ دو۔ اے میرے دوست جس شخص پر لوگ حسد نہ کریں اوس کو حقیر جان، اور جس کو کافر و گمراہ نہ کہیں اوسکو ناچیز سمجھ، سید المرسلین سے زیادہ کون شخص ہوگا اون کی باتوں کو بھی لوگوں نے اگلے زمانہ کے زٹل قافیے بتایا، پھر اون کے جھگڑے میں مت پڑو اور اون کو راہ پر لانیکی توقع مت رکھو، کیا تم نے نہیں سنا۔

کل العداوۃ ترجی سلامتہا		الا عداوۃ من عاداک عن حسد	

اگر کوئی بھی ایسے لوگوں کو راہ پر لا سکتا تو اون سے بھی بڑوں کے حق میں خدا ایسی سخت آیتیں کیوں نازل فرماتا۔ کیا تم نے قرآن کی وہ آیت نہیں سنی جسمیں خدا نے فرمایا ہی" اگرچہ اون کا آنا کانی دنیا تجھکو گراں گذرتا ہو پھر اگر تجھ سے ہو سکے کہ زمین میں ایک سرنگ اور آسمان پر ایک سیڑھی ڈھونڈ نکالے اور اونکے لئے کوئی نشانی لے آوے" (تو بھی وہ راہ پر نہیں آئیں گے)، اور ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ" اگر ہم اون کے لئے ایک دروازہ آسمان میں کھولدیں اور وہ اوس میں چڑھنے لگیں تو کہیں گے ہماری آنکھوں پر دھنٹ بندی ہو گئی ہے اور ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہی" اور ایک جگہ فرمایا ہے

کہ' اگر ہم تجھپر کاغذ پر لکھی ہوئی ایک کتاب اوتاریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اوس کو چھو لیں تو جو لوگ منکر ہیں وہ کہیں گے کہیہ تو کھلا ہوا جادو ہے' اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ' اگر ہم اون پر فرشتے بھیجتے اور مُردے اون سے باتیں کرتے اور اون کے پاس ہر ایک شے کو اکٹھا کر دیتے تو بھی وہ ایمان نہ لاتے ۔

سمجھو کہ کفر اور ایمان کی حقیقت اور اون کی حد اور حق و ناحق کا بھید اون دلوں پر نہیں کھلتا جو جاہ و منزلت کی تلاش سے اور مال کی محبت سے میلے کچیلے اور ناپاک ہوگئے ہیں۔ بلکہ وہ ایسے دلوں پر کھلتا ہے جو اوّل تو دنیا کے میل کچیل سے پاک صاف ہو گئے ہیں' پھر کامل ریاضت سے اون کو جلا ہو گئی ہے' پھر خدا کی یاد سے منور ہو گئے ہیں پھر غور سوچ سمجھ سے اون میں حلاوت آگئی ہے' پھر شرع کی پابندی سے مزین ہو گئی ہیں' اور مشکواۃ نبوت سے اون پر نور کی شعاعیں پڑنے لگی ہیں' اور جلا دار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں۔ اور اون کے ایمان کا چراغ بلور کی ہانڈیوں میں ہے' اور اون کے دل سے نور کے چمکارے نکلتے ہیں' بغیر آگ کے چھوئے اون کے دل کا چراغ روشن ہے۔ یہ اسرار ملکوت کسطرح ایسے لوگوں پر کھلسکتے ہیں جنکی خواہشیں اون کا خدا اور جنکے معبود سلاطین ہیں اور درہم و دنانیر اون کا قبلہ اور جاہ و منزلت اون کی شریعت اور ارادت ہے' دولتمندوں کی خدمت کرنا اون کی عبادت اور تمام وسواس اون کا ذکر اور حیلوں کا ڈھونڈنا اون کی حشمت ہے۔ پھر ایسے لوگ کس طرح کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز کر سکتے ہیں۔ کیا الہام ربانی سے ؟ اون کا دل تو دنیا کی آلایش سے پاک ہوا ہی نہیں' اور کیا کمال علمی سے ؟ اون کی پونجی علم کی تو صرف یہ ہے کہ نجاست دور کرنیکو زعفران کا لیپ بتاتے ہیں۔ اِن باتوں کا جاننا بہت دور ہے' پھر اے میرے دوست تو

اپنے کام میں لگا رہ اور اپنی اوقات اون لوگوں کی باتوں میں خراب مت کر۔ جو لوگ ہم کو
بُرا کہتے ہیں اون کا کچھ خیال مت کر دنیا کی زندگی ہی کو وہ جانتے ہیں یہی اون کا علم ہی
خدا اون کو بھی خوب جانتا ہے جو گمراہ ہیں اور اونکو بھی خوب جانتا ہے جو راہ پر ہیں

اِس مقام پر امام غزالی صاحب نے اون لوگوں کی نسبت جو اون کو کافر و مرتد
و گمراہ بتاتے تھے خوب دل کے پھپولے پھوڑے ہیں اور اپنے مخلصین کو نہایت عمدہ
نصیحت کی ہی اور بلاشبہہ ایسے شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہیے، ایسے شخص کی
مخالفوں سے تکرار اور مباحثہ محض بے سود ہے، ایسے مباحثوں سے مخالفین میں نادانی
و ناسمجھی پر ضد و نفسانیت کی بیماری زیادہ بڑھ جاتی ہی اور جو مرض علاج کے قابل ہوتا
ہے وہ لا علاج ہو جاتا ہے، پس ایسے شخص کے مخلصین کو ضرور ہے کہ وہ معاندین کی باتوں
پر صبر کریں اور یقین کریں کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ، اور اسی وقت کے آنیکے منتظر رہیں ✦

مگر اس مقام پر امام غزالی صاحب نے دو قسم کے دلوں کا حال لکھا ہی ایک
اون کا جو اسرار ملکوت اور کفر و ایمان کی حقیقت کے سمجھنے کے قابل ہیں اور دوسرے
وہ جو نا قابل ہیں، اور اون دونوں دلوں کے اوصاف بیان کئے ہیں، مگر وہ مقام کسیقدر
زیادہ تشریح کے قابل ہے ✦

اِس میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اِس مقام پر امام صاحب نے جن لوگوں کے
حال سے بحث کی ہے اون میں وہ لوگ جو علانیہ اہل دنیا کہلاتے ہیں داخل نہیں ہیں،
اہل دنیا سے میری مراد اون دنیا داروں سے نہیں ہے جنکو اہل دنیا بھی "الدنیا مخصام"
سمجھتے ہیں بلکہ اون سے مراد ہے جنھوں نے دنیا کو بغیر کسی بے ایمانی اور دغابازی کے
اختیار کیا ہی، دنیا میں بحیثیت دنیاداری اپنی عزت، اپنا نام، اپنی شہرت، اپنا آرام،

اپنی حشمت چاہتے ہیں، زہد و تقوے، علم و اتقا صبر و قناعت کے ذریعہ سے دنیا و آخرت میں تفوق کی خواہش اُنھوں نے ظاہر نہیں کی +

اونھوں نے ایمانیں سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین کیا ہے وہ خدا کی ذات کو بے نقص اور رسول اللہ کو بے عیب سمجھتے ہیں، وہ کسی ایسی بات کو جس میں اون کی دانست میں خدا پر کوئی نقص آتا ہو اور رسول پر کوئی عیب لگتا ہو نہیں مانتے، گو وہ کسی نے کہی ہو اور کسی نے لکھی ہو، اور گو کہنے والے اور لکھنے والے کے نزدیک اوس سے کوئی نقص نہ آتا ہو، اور عیب نہ لگتا ہو، اور گو بالفرض درحقیقت وہ بات کوئی نقص یا عیب کی نہ ہو مگر اِس وجہ سے کہ وہ اوس کے ناقص اور معیوب ہونے پر یقین رکھتے ہیں، گو کہ وہ غلطی پر ہوں خدا اور رسول کی شان سے اوس کو بعید سمجھتے ہیں، اور اِس لئے اوس پر یقین نہیں کرتے۔ غرض کہ اون کو خدا کے تقدس اور رسول کی منزلت پر ایسا یقین ہے کہ کسی دوسرے کی اوس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں سمجھتے، پھر وہ کوئی کیوں نہ ہو +

اعمال میں سے فرائض کو حق سمجھنا، اور جس طرح پر ہو سکیں اون کو ٹوٹا پھوٹا مسلسل یا گنڈیدار ادا کرنا، اور اوس میں کوتاہی کو اپنی شامت اعمال سمجھنا، اور اوس پر تاسف کرنا، دل کو بدی اور بدنیتی کینہ اور فساد و بغض و حسد سے پاک رکھنا، کسی کے ساتھ دغا بازی نہ کرنا، کسی کا مال نہ مار رکھنا، کسیکو ایذا و تکلیف نہ پہنچانی، ہر ایک کے ساتھ سچی محبت سچی دوستی سے پیش آنا سب کی بھلائی چاہنا سب کے ساتھ ایمانداری سے معاملہ کرنا اور رکھنا اختیار کیا ہے +

دنیا تو گویا اون کا مقصد ہی ہے، اون باتوں کے سوا اونھوں نے دنیا ہی

دنیا کو پکڑا ہے، روپیہ کے ایمانداری سے پیدا کرنے میں اپنی محنت ومشقت سے روٹی کمانے میں بے انتہا کوشش کرتے ہیں، روپیہ کماتے ہیں، عمدہ عمدہ مکانات بناتی ہیں دنیا میں عزت وترقی حشمت حاصل کرتے ہیں، باغ بناتے ہیں اور اوس کے پھول اور بیلوں کی سیر سے خوش ہوتے ہیں، میوے کھاتے ہیں، گھوڑوں پر چڑھتے ہیں، عمدہ سے عمدہ کپڑا پہنتے ہیں، اور اچھے سے اچھے کھانے کھاتے ہیں، قالینوں کے فرش کو جوتیوں کے تلے بچھاتے ہیں، تمام عیش وآرام جو کہ انسان عمدہ اخلاق اور شائستگی کیساتھ کرسکتا ہی کرتے ہیں خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو جس لئے اوس نے پیدا کیا ہی برتتے ہیں، اور کام میں لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ خدا نے ہم کو دیا ہی ہم کیوں نہ برتیں اور کیوں مصیبت بھگتیں، اگر خدا کو ان سے ہمارا عیش وآرام مقصود نہ تھا تو اون کو پیدا ہی کیوں کیا تھا، پس ہمارا فرض ہی کہ ہم اون کو برتیں اور عیش اوڑاویں مگر زیادتی نہ کریں کیونکہ جس طرح کے استعمال کے لئے وہ بنائی گئی ہیں اگر اوس طرح پر استعمال نہ کریں تو نمک حرام اور چور ہوں گے نہ شریف دنیا دار۔ وہ نہ دعویٰ دینداری کرتی ہیں، نہ کسی کے پیشوا بنا چاہتے ہیں، نہ اپنے تئیں تابع سنت کہوانا پسند کرتی ہیں نہ پیر مرشد نہ ممبر پر واعظ بنا چاہتے ہیں، نہ استغنا کے مفتی، سیدھی طرح سے خدا کی بندی رسول کی امت خدا کے دئے ہوئے عیش وآرام میں مست رہتے ہیں۔ پس ایسے لوگ تو امام صاحب کی بحث سے خارج ہیں۔

ہاں جو کچھ اِس مقام میں امام صاحب نے لکھا ہی وہ اون لوگوں کی نسبت لکھا ہی جو جبہ وعمامہ دار ہیں، دنیا چھوڑ دین کی راہ پر چلتے ہیں۔ دن رات قال اللہ وقال الرسل میں بسر کرتے ہیں، دین ہی دین پکارتے ہیں، دین ہی کا اوڑھنا

دین ہی کا بچھونا بناتے ہیں، دنیا داروں نے جس قدر مختصر انچہر دین کے اختیار کئے تھے اون دینداروں نے اوسی قدر مختصر باتیں دنیا کی اختیار کی ہیں، اور جس قدر وہ دنیا کے حاصل کرنے میں مشغول تھے اوسی قدر وہ دین کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں، گویا پہلے فرقہ کے بالکل برعکس ہیں، اسی مقدس فرقے کا (خدا اون سے پناہ میں رکھے) امام غزالی صاحب نے ذکر کیا ہی۔ بیشک جب یہ فرقہ کریلا اور نیم چڑھا ہو جاوے، یعنی ہوائے نفس کو اپنا خدا، اور سلاطین کو اپنا معبود، اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ، اور حب و جاہ کو اپنی شریعت، اور اہل دول کیخدمت کو اپنی عبادت، قرار دے تو وہ کبھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز نہیں کرسکتا فما قالہ الغزالی فھو حق لاریب فیہ +

مگر وہ دوسرا فرقہ بھی نہایت ہی خوفناک ہی جنکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اون کا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہی، کامل ریاضت سے مجلّا ہی، خدا کی یاد سے منور ہی، فکر کی شیرینی سے شیریں ہے، شریعت کی پابندی سے فربہ ہے، مشکوٰۃ نبوت سے روشنی لیتے ہیں، جلادار آئینہ کی مانند ہیں، اون کا نور ایمان شیشہ کی ہانڈی میں بلی آگ کے سلگتا ہے نور کے چمکارے اون کے دل سے نکلتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس فرقے نے ہوائے نفس کو اپنا خدا اور سلاطین کو اپنا معبود اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ نہیں بنایا مگر خود ہوائے نفس نے اون کو اپنا خدا اور خود سلاطین نے اون کو اپنا معبود اور درہم و دنانیر نے اون کو اپنا قبلہ بنایا ہے پھر اون کو بنانے کی کیا حاجت تھی +

جس وقت کہ پیر صاحب یا مولوی صاحب کے گرد اون کے معتقدین کا

حلقہ ہوتا ہی اور حجر اسود کی مانند اون کے دست مبارک کے بوسہ دینے کو لوگ دوڑتے ہیں تو اون کا دست مبارک یمین الرحمٰن سے بھی بالا دست ہوجاتا ہی، مولویصاحب حضرت صاحب کی آواز کا چاروں طرف سے اون کے کان میں آنا چاوشان کسرا و کیقباد کی آواز سے بھی قوی اثر اونکے دل پر ڈالتا ہی مسکینی اور انکسار اون کو آسمان پر چڑھاتی جاتی ہے اِس لئے وہ اور زیادہ مسکین اور منکسر ہوتے جاتے ہیں، سادہ وضعی پر لوگ فریفتہ ہوتے ہیں اِس لئے وہ اور سادہ بنتے جاتے ہیں، دنیا سے نفرت اون کو دنیا دلاتی ہے اور اسلئے دنیا سے زیادہ نفرت کرتے جاتے ہیں، بے طمعی حاجت سے زیادہ بغیر محنت کے درہم ودنانیر لادیتی ہی اور اِس لئے وہ زیادہ بے طمع ہوتے جاتے ہیں۔ اون کی ہر ایک بات لوگ آمنّا وصدقنا کہتے ہیں اِس لئے دوسرے کی بات کی حقارت جمتی جاتی ہی۔ ہاتھوں کو چُھواتے نچُھواتے، پاؤں کو چھُواتے چھُواتے، ہر ایک مشکل کے حل کو دعائیں منگواتے منگواتے، ہر ایک مسئلہ کا فتوے دیتے دیتے، ایک اور بی معلوم چیز اون میں پیدا ہوجاتی ہے جس کے سبب بھلائی بُرائی، دوزخ وبہشت کفر و ایمان کی کُنجی وہ اپنے ہاتھ میں سمجھنے لگتے ہیں۔ کسی کو کافر بنا دیتے ہیں، اور کسی کو مُرتد، کسی کو جہنم دیتے ہیں اور کسیکو بہشت، کبھی خازن جنّت ہیں اور کبھی مالک جہنم، خدا کے نور کے دل میں بھڑکنے کے خیال سے ظلمت پر ظلمت میں پڑتے جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں مل ملاکر حضرت کو ایک ایسا شخص بنا دیتی ہیں جو پھول پھلاکر کُپّا ہوجاتا ہے نہ کان رہتے ہیں جو کچھ سنیں، نہ آنکھیں رہتی ہیں جو کچھ دیکھیں، نہ منہ رہتا ہے کہ حق بات کہیں، جو سرور اور دلی آسایش، اور

دل کے پھولنے سے جو مزہ اس فرقہ کو آتا ہے نہ کسی دنیا دار کو میسر ہوتا ہی نہ کسی دولت مند کو، اور نہ کسی صاحب تخت و سلطنت کو، پس اس فرقہ سے بھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز کرنے کی توقع نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔ کوئی آفت انسان کیلئے اس سے زیادہ نہیں ہی جبکہ وہ سمجھتا ہی کہ میں نیک ہوں۔ کوئی گمراہی انسان کے لئے اوس سے زیادہ نہیں ہے جب وہ جانتا ہے کہ میں پابند شریعت ہوں، وہ زبان سے اپنے تئیں گنہگار کہتا ہے مگر اوس کا دل اوس کو جھٹلاتا رہتا ہے اس کہنے کو بھی وہ ایک نیکی اور نفلی سمجھتا ہے، اپنی چال ڈھال شریعت کے موافق بناتا ہی، مگر اوس کا دل روز بروز سیاہ ہوتا جاتا ہی۔ ازار کے دو انگل نیچے ہونے ڈاڑھی کے لمبی یا یکمشت دو انگشت ہونے، کپڑے کو نجاست سے پاک کرنے پانی کے پاک ناپاک ہونے پر دن رات بحث کرتا ہی، لمبے لمبے فتوے لکھتا ہے مگر دلکو نجاستوں سے پاک کرنیکا خیال بھی نہیں کرتا، اکل حلال و صدق مقال پر لمبے لمبے وعظ کرتا ہی، مگر جب کوئی لقمہ تر آجاوے تو جھپ نگلجاتا ہی، اور اگر کبھی اوگل دیتا ہے تو اس اُمید پر کہ اس سے بھی زیادہ لقمہ تر تر آویگا یہی باتیں تھیں جنکے سبب حضرت عیسیٰؑ نے فروسیوں اور صدوقیوں کو یعنی شریعت پر چلنے والے یہودیوں کو ملامت کی، یہی لوگ اس کے مصداق ہیں کہ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون، عمدہ زندگی وہی ہے جو سیدھی سادی ایک دنیا دار کیسی ہو، پھر خواہ وہ دوزخ میں جاوے یا بہشت میں قال رسول اللہ صلعم "لا اعلم ما یفعل بی ولا بکم۔"

اسکے بعد امام صاحب اپنے دوست کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ، "اگر تو اپنے دل کا اور اون کے دل کا کانٹا نکالنا چاہتا ہی جنکو حاسدوں کے بہکانے نے

نہیں او بھارا اور تقلید نے اون کو قید نہیں کیا، بلکہ وہ اصل حقیقت کو جاننا چاہتی
ہیں اور اوسی کے پیاسے ہیں، تو خود اپنے آپ سے اور اون سے پوچھ کہ کفر کی حد
کیا ہی؟ پھر اگر وہ یہ کہیں کہ مذہب مشہورہ سے مخالفت کرنی کفر ہی، ایسے شخص کو تو
محض کودن سمجھ، کہ اوس کو تقلید نے قید کر رکھا ہی، اور نپٹ اندہا ہی، اوس کے
راہ پر لانیکو اپنی اوقات مت ضایع کر، اوس کے لئے تو یہی کافی ہی کہ اوسی کیسی
بات سے جو اوس کا مخالف کہتا ہی اوس کو قایل کیا جا ے، کیونکہ وہ اپنے میں
اور دیگر مذاہب کے مقلدوں میں جو اوس کے مذہب کے برخلاف ہیں کچھہ
فضیلت نہیں پاتا - ایک شخص تمام مذہبوں میں سے اشعری کے مذہب کو مانتا
ہے اور سمجھتا ہی کہ جو باتیں اشعری کے مذہب میں ہیں اون کی مخالفت کفر ہے،
اوس سے پوچھو کہ تو نے کیونکر جانا کہ اشعری ہی کا مذہب حق ہی جس کی مخالفت کے
سبب باقلانی کو کافر بتاتا ہی جس نے اللہ تعالی کی صفت بقا کی نسبت اشعری
کی مخالفت کی ہی اور یہ سمجھا ہی کہ صفت بقا ذات باری سے کچھہ علیحدہ نہیں بلکہ
عین ذات ہے، اور کیوں اوس نے اشعری کی مخالفت سے باقلانی کو کافر بتایا
اور اشعری کو باقلانی کی مخالفت سے کیوں نہ کافر سمجھا اور کس لیئے اوس نے
اون میں سے ایک کو مذہب حق پر اور دوسرے کو باطل پر مانا، اگر اس لئے کہ
اشعری باقلانی سے پہلے تھا تو اشعری سے پہلے معتزلی اور اور لوگ تھے تو چاہئے
کہ وہی حق پر ہوں، اور اگر علم اور سمجھ کی زیادتی سے، تو کس ترازو اور کس پیمانے
سے اوس نے اون کے علم کے درجون کو تولا اور ناپا ہی جس سے اوس کو معلوم
ہوا کہ جس کا وہ مقلد ہے اوس سے بڑھکر کوئی نہیں ہے، اور اگر وہ باقلانی کو

مخالفت کرنے کی اجازت دیتا ہی تو اوروں کو کیوں منع کرتا ہی اور باقلانی اور کرابیسی اور قلانسی اور اور لوگوں میں کیا فرق نکالتا ہی' اور اس تخصیص کی کیا وجہ بتاتا ہے' اور اگر وہ یہ گمان کرتا ہی جیسے کہ بعض متعصبوں نے کیا ہی کہ باقلانی اور اشعری میں صرف لفظی اختلاف ہی اور دوام وجود میں دونوں موافق ہیں' اور یہ بات کہ صفت بقا عین ذات ہی یا ذات میں قایم ہے قریب قریب ہے' اور اس اختلاف پر تشدد کی ضرورت نہیں ہے' تو وہ معتزلی پر بقین صفات باری میں کیوں تشدّد کرتا ہی' کیونکہ وہ بھی تو اس بات کے معترف ہیں کہ خدا عالم اور محیط جمیع معلومات پر قادر ہی' اور اشعری سے صرف اسی بات میں اختلاف ہی کہ وہ عالم بالذات ہی یا بصفتہ قایمتہ فی الذات' پہر ان اختلافوں میں کیا فرق ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ ہم معتزلی کو اس لئے کافر بتاتے ہیں کہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا ذات واحد ہے اور اوسی ذات واحد سے علم و قدرت وحیات ہی' اور یہ مختلف صفتیں مختلف حقایق ہیں' اور حقایق مختلفہ کو ذات واحد کہنا یا سب کو ذات واحد ٹھہرانا ناممکن ہے' تو وہ کیوں اشعری کے اس قول کو مستبعد نہیں سمجھتا جبکہ وہ کہتا ہی کہ کلام ایک صفت ہے جو ذات باری میں قایم ہی' باوجودیکہ ذات باری واحد ہے اور کلام مختلف ہیں جیسیکہ توریت وانجیل و قرآن اور امر و نہی' خبر دینا اور خبر چاہنا' اور یہ سب حقائق مختلفہ ہیں خبر کسطرح حقیقت واحدہ ہو سکتی ہے' جب کہ اوس پر صادق اور کاذب ہونیکا اطلاق ہو سکے اور جس پر نہ ہو سکے وہ کیونکر حقیقت واحدہ ہو سکتی ہیں' پہر وہ نفی واثبات دونوں کو ذات واحد میں جمع کرتا ہی۔ پہر اگر وہ اوس کا جواب اٹ کا سٹ دینے لگے اور اوس کی حقیقت نہ بتا سکے تو جان لے کہ وہ محقق نہیں ہی نرا مقلد ہے' اوس کو چپ رہنا

اور اوس کے جواب میں بھی خاموش رہنا چاہئے کیونکہ مقلد کے سامنے دلیل کالانا
اور اوس کو سمجھانا بیفائدہ آہن سرد کوفتن ہے۔

یہ تقریر امام صاحب کی نہایت عمدہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، مگر اونہوں
نے اوس کو نہایت محدود خیال کیا ہی، یہ تو ایک بڑا مضمون ہے صرف اشعری و
باقلانی اور معتزلی ہی پر محدود نہیں ہے بلکہ ادیان مختلفہ سے بھی متعلق ہے، یہودی
و عیسائی و مسلمان و مجوسی و برہمی سب کی نسبت یہی بحث ہی، ایک مسلمان کیوں
صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذہبوں کو باطل اور اون کے
پیروں کو کافر بتاتا ہی، اوس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے متبوع
پر اور اوس کے کلام پر پورا اعتقاد رکھتا ہی، مگر یہودی و عیسائی و مجوسی و برہمی بھی اسی
طرح اپنے متبوع پر اعتقاد رکھتا ہی، جو دلیلیں ایک مذہب والا اپنے متبوع کے قابل
اتباع ہونے کی اپنے ہی گروہ کی سند پر پیش کرتا ہے، وہی دلیلیں دوسرے مذہب
والا اپنے ہی گروہ کی سند پر اپنے متبوع کے واجب الاتباع ہونیکی لاتا ہے، خواہ وہ
دلیلیں اوس متبوع کی ذاتی عمدگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ رکھنے سے متعلق ہوں یا
ذات باری سے تعلق خاص ثابت کرنے سے علاقہ رکھتی ہوں، خواہ ظہور معجزات
وخرق عادات اور اظہار عجائبات پر مبنی ہوں، یہی سب سے بڑا مرحلہ ہے جو ہر ایک
مذہب والے کو جو صرف اپنے ہی مذہب کے حق ہونیکا دعویدار رہے طے کرنا ہی۔
امام صاحب کو اس رسالہ میں صرف مذہب معین ہی کے فرق متعددہ سے بحث
کرنی تھی اس لئے اونہوں نے اس بحث کو وسعت نہیں دی، ہماری کوشش
اس میں ہے کہ ادیان مختلفہ میں سے مذہب حق کی تمیز کرنیکا طریقہ ظاہر کریں

اور اوس پر جو کچھہ ہم نے لکھا اوس کو لوگ نہیں سمجھے اور سمجھے تو کفر وارتداد اور نیچریت یعنی دہریت سمجھے اگرچہ موقع تھا کہ ہم بھی وہی کہیں جو امام صاحب نے کہا مگر ہمکو ایسی جرأت نہیں ہے اور ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ان ربی ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی -

اِس کے بعد ایک نہایت عمدہ اور سچا فقرہ امام صاحب نے لکھا ہے ا فرماتے ہیں کہ "جو شخص صرف کسی ایک ہی محقق پر راہِ حق کو منحصر کرتا ہی وہی کفر اور تناقض کے قریب ہوتا ہی کفر کے قریب تو اِس لئے ہوتا ہی کہ اوس نے اوس محقق کو ایسے نبی معصوم کا درجہ دیدیا ہی جس کی اتباع پر اسلام منحصر ہے اور جس کی مخالفت سے کفر لازم آتا ہی (اسی مطلب کو ہم نے اپنی تحریروں میں شرک فی النبوۃ سے تعبیر کیا ہی) اور تناقض کے قریب اِس لئے ہوتا ہے کہ ہر ایک محقق کو تحقیق لازم ہی اور تقلید اوس پر حرام ہے پھر کیونکر تحقیق و تقلید ساتھ ہو سکتی ہے، یہ تو ایسی بات ہے جیسیکہ کوئی کہے کہ تجھکو دیکھنا واجب ہے مگر جو بتایا گیا ہی اوس کے سوا کچھہ مت دیکھہ اور اوسی کو تحقیق سمجھہ، اور جو چیز تجھکو مشتبہ بتائی گئی ہے اوسکو مشتبہ یقین کر پھر کیا فرق ہے اوس شخص میں جو کہتا ہے کہ صرف میرے مذہب کی پیروی کرو اور اوس شخص میں جو کہتا ہے کہ میرے مذہب اور میری دلیل دونوں کی پیروی کرو، اور یہ تناقض نہیں ہے تو اور کیا ہے" -

اِس کے بعد امام صاحب اپنے دوست کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ "اگر تو کفر کی حد جاننی چاہے تو میں تجھکو اوس کی صحیح نشانی جو سب جگہ اور ہر طرح ٹھیک آوے بتا دوں تا کہ تو لوگوں کو جبتک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتے ہیں

ناحق کافر نہ کہے، اور اہل اسلام کے حق میں زبان درازی نہ کرے، گوکہ اون کے طریقے کیسے ہی مختلف ہوں - پس سمجھ لے کہ کفر رسول اللہ صلعم کی تکذیب ہی۔ اور جو کچھ اون پر نازل ہوا ہے اوس کو جھٹلانا ہی - یہودی اور عیسائیوں کو کافر اسلئے کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتے ہیں اور براہمی اسلئے کافر ہیں کہ تمام رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، اور دہریہ بھی کافر ہیں کہ وہ رسولوں کو نہیں مانتے، کفر ایک حکم شرعی ہی جس کا مطلب خلود فی النار ہے، اور اوس کی پہچان بھی شرعی ہی کہ نص صریح یا قیاس سے جو نص پر مبنی ہو پہچانا جاتا ہی، یہود و نصاریٰ کے حق میں نص موجود ہے، براہمہ و بت پرست اور زندیق اور دہریہ اونہی کے ساتھ ہیں، کیونکہ وہ رسول کی تکذیب کرتے ہیں اور جو رسول کی تکذیب کرتا ہی وہ کافر ہے، یہی عام علامت ہی جو الٹ پلٹ کر سب طرح ٹھیک آتی ہے +

اِس مقام پر امام صاحب نے بات کو خلط ملط کر دیا ہی، یہ ٹھیک ہی کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا مکذبِ رسول کافر ہے، مگر شرعی کافر پس ایک موحد جو پورا پورا ٹھیک ٹھیک طور پر کامل موحد ہی، مگر وہ نفس رسالت ہی کا منکر ہی اور اس لئے کسی رسول کو نہیں مانتا اوس کا کفر بھی شرعی کفر ہے، مگر اوس پر خلود فی النار کا حکم دینا جیسا کہ اِس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہی صحیح نہیں - موحد کے کفر پر کوئی نص وارد نہیں ہے، بلکہ برخلاف اوس کے نص آئی ہے، قیاس بھی جو نص پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس بھی موجود نہیں ہے، انبیاء صرف خدا کی وحدانیت کے یقین دلانے کو اور اوسی کی عبادت کی ہدایت کرنیکو مبعوث ہوئے ہیں، اور موحد اوس پر کامل یقین رکھتا ہے - پھر اوس کے کفر مطلق پر قیاس بھی موجود

نہیں ہے، کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحٰدہ علیحٰدہ چیزیں ہیں جنمیں عموم خصوص من وجہہ کی نسبت ہی، اور خلود فی النار صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے، اور وہ کفر صرف شرک حقیقی سے خواہ ذات میں ہو خواہ صفات میں خواہ عبادت میں متحقق ہوتا ہے نہ کسی دوسری چیز سے لانہ یغفر ما دون ذلک، فافہم۔

اِس کے بعد امام صاحب نے جو کچھہ لکھا ہی در حقیقت الہام ربانی معلوم ہوتا ہے، اور تحقیق کا ایک دریائے عمیق وشفاف دکھائی دیتا ہی، جو نہایت دلفریبی سے بہتا چلا آتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "جو بات ہمنے بیان کی وہ نہایت غور کے لایق ہے، ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے، اور اوس پر رسول کی تکذیب کی تہمت دھرتا ہی، حنبلی اشعری کو کافر کہتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہی کہ اوس نے جو خدا کے لئے اوپر کی جہتہ ثابت کی ہے اور عرش پر خدا کا بیٹھنا مانا ہے تو اوس نے رسول کی تکذیب کی ہے، اور اشعری حنبلی کو کافر کہتا ہے، اور خیال کرتا ہے کہ وہ خدا کی تشبیہ کا قائل ہے، اور رسول نے تو کہا ہے لیس کمثلہ شئی اِس لئے وہ رسول کی تکذیب کرتا ہی، اور اشعری معتزلی کو اِس خیال سے کافر بتاتا ہے، کہ اوس نے خدا کے دیدار ہونے اور خدا میں علم اور قدرت اور دیگر صفات کے قایم فی الذات ہونے سے انکار کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے، اور معتزلی اشعری کو اِس خیال سے کافر بتاتا ہے، کہ صفات کو عین ذات نہ ماننا تکثیر فی الذات ہے، اور توحید ذات باری میں تکذیب رسول کی ہے۔ پس اِن جھگڑوں سے نکلنا جبتک کہ تکذیب وتصدیق کی حقیقت نہ سمجھی جاوے مشکل ہے"۔

اِس کے بعد امام صاحب تکذیب و تصدیق کی حقیقت اِس طرح پر تبلاتے ہیں کہ کسی خبر کی تصدیق صرف اوس خبر ہی تک نہیں ٹہیرتی بلکہ مخبر تک پہنچتی ہے' اور اوس کی حقیقت اوس چیز کے وجود کو تسلیم کرنا ہے جسکے وجود کی خبر رسول نے دی ہے لیکن وجود کے پانچ درجے ہیں اور اونہی کے نہ جاننے سے ایک فرقہ دوسرے فرقے کو کافر بتاتا ہی' اور وجود کے پانچ درجے یہ ہیں (۱) وجود ذاتی (۲) وجود حسی (۳) وجود خیالی (۴) وجود عقلی (۵) وجود شبہی (شین اور بے کے فتح یعنی زبر سے) پس جس چیز کے وجود کی رسول نے خبر دی ہے' اور جس نے اوس کے وجود کو اِن پانچوں قسموں میں سے کسی قسم کے وجود سے تسلیم کیا ہے تو وہ اوس کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب' اور اوس کی تشریح مثالوں میں بتائی جاوے گی +

وجود ذاتی - حقیقی وجود ہوتا ہے جو خارج میں موجود ہو اور حس اور عقل اوس سی اوس کو سمجہے' جیسے کہ آسمان اور زمین اور جانور اور نباتات کا وجود ہے جو حقیقتاً موجود ہی اور سب جانتے ہیں بلکہ اکثر اون سے بجز اونکے وجود کے اور کوئی معنی ہی نہیں سمجہتے +

وجود حسی - ایسا وجود ہوتا ہے جو آنکہ میں محسوس ہوتا ہے مگر خارج میں اوس کا وجود نہیں ہوتا اوس کا وجود صرف حس ہی میں ہوتا ہے اور حس کرنیوالا ہی اوس کو دیکہتا ہے اور کوئی دوسرا شخص اوسکو نہیں دیکہتا' جیسے کہ مریض جاگتے میں بعضی دفعہ طرح بطرح کی صورتوں کو اسی طرح دیکہتا ہے جیسکہ وہ اور تمام موجودات خارجی کو جو وجود حقیقی رکہتے ہیں دیکہتا ہے حالانکہ اون کا وجود خارج میں کچہ نہیں ہوتا - بلکہ کبہی انبیاء اور اولیاء اللہ کو صحت کیحالت میں اور جاگتے میں ایک خوبصورت شکل جو فرشتہ کی خیال کیجاتی ہی دکھائی دیتی ہے' اور اوس کے ذریعہ سے اون تک

وحی والہام پہونچتا ہے جیسکہ حضرت مریم کو ایک آدمی کی صورت دکھائی دی تھی جسکی نسبت
خدا نے فرمایا ہے "فتمثل لها بشرا سویا" اور جیسکہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل کو بہت طرح
کی صورتوں میں دیکھا ہے اور اصلی صورت میں صرف دو ہی دفعہ دیکھا ہے، اور جب کہ
مختلف صورتوں میں دیکھا تھا تو صرف مثالی صورت تھی۔ اور جیسکہ کوئی آنحضرت صلعم کو
خواب میں دیکھتا ہے، آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اوس نے
مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شبیہ نہیں بنتا۔ اور آنحضرت کے دیکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے
کہ آپکا جسم مطہر روضۂ مبارک سے نکلکر خواب دیکھنے والے کے پاس جاتا ہے اور اوس کو دکھائی
دیتا ہے۔ بلکہ وہ دیکھنا اوس صورت کا ہے جو خواب دیکھنے والیکی حس میں ہے، باقی تحقیق اس حدیث
کی اور کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ اور اگر تجھکو ان باتوں پر یقین نہو تو خود اپنی آنکھ پر تجربہ کر کے یقین کرلے
آگ کی ایک چنگاری ایک نقطہ کی برابر لے اور زور سے ہلا وہ تجھکو ایک آتشیں لمبا خط دکھائی دیگی،
اوس کو چکر دے تو وہ ایک گول آتشیں دائرہ معلوم ہوگی حالانکہ نہ خط موجود فی الخارج ہے نہ
دائرہ بلکہ صرف تیرے حس میں ہے، اور موجود فی الخارج تو صرف وہ نقطہ ہے۔

وجود خیالی۔ ان محسوس چیزوں کی صورت ہے جو ہمکو دکھائی دیتی ہیں جبکہ وہ ہمارے
سامنے موجود نہوں، تم آنکھیں بند کرکے بھی ہاتھی اور گھوڑے کی صورت اپنی خیال میں پیدا کر سکتے ہو
گویا کہ تم اوس کو دیکھ رہے ہو اور وہ ہوبہو پوری صورت وشکل کا تمہارے سامنے موجود ہے،
مگر موجود فی الخارج کچھ بھی نہیں +

وجود عقلی۔ ہر ایک چیز کی ایک حقیقت اور اوس کے لئے کوئی معنی یعنی غایت ہے،
پس جبکہ عقل اوس شے کی غایت و مقصد کیطرف بلالحاظ اوس کی صورت ذاتی یا خیالی
یا حسی کے منتقل ہوتی ہے تو اوس شے کا وجود وجود عقلی ہوتا ہے، مثلاً ہاتھ اوسکی ایک قوت

صورت موجودہ فی الخارج ہے جو اوس کا وجود ذاتی ہے۔ اور ایک اوس کا وجود حسی ہے اور ایک وجود خیالی ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی، مگر اوسکے سوا ہاتھ کے لئے ایک معنے بھی ہیں جو درحقیقت اوس کی حقیقت ہی اور وہ کیا ہی پکڑنے کی قدرت، اور یہی عقلی ہاتھ ہی، اور مثلاً قلم، اوس کی ایک صورت ہے مگر اوس کیلئے ایک معنی بھی ہیں، اور وہ کیا ہیں علوم کو نقش کر دینا، اور اِس امر کو بغیر اِس کے کہ قلم کو لکڑی یا نیزہ یا پر یا اسٹیل کیصورت پر خیال کیا جاوے عقل تسلیم کر لیتی ہے، اور یہی اوس کا وجود عقلی ہے۔

وجود شبہی۔ (بفتح شین وباے موحدہ) وہ ہی کہ نفس شے موجود نہو، نہ حقیقت میں اور نہ فی الخارج اور نہ فی الحس اور نہ فی الخیال اور نہ فی العقل، بلکہ ایک ایسی چیز موجود ہو جو اوسکی کسی خاصیت یا صفت میں مشابہ ہو۔ یہ ذرا دقیق بات ہی آیندہ مثال میں بخوبی سمجھہ میں آویگی +

اِن پانچوں اقسام وجود کی بیان کے بعد امام صاحب اون کی مثالیں بیان کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ وجود ذاتی تو کچھہ تاویل کا محتاج نہیں ہی اوس سے تو یہی ظاہری وجود مراد ہوتا ہے اور اوس کی مثال میں فرماتے ہیں جیسے عرش و کرسی وسبع سماوات، جنکی خبر رسول صلعم نے دی ہے اور اون کے وجود سے اون کا ظاہری وجود مراد ہی اسلئے کہ یہ چیزیں فی نفسہ موجود ہیں خواہ وہ حس سے اور خیال سے جانی جاویں یا نہ جانی جاویں +

یہ اخیر فقرہ امام صاحب کا اور جو تمثیل کہ امام صاحب نے اِس مقام پر دی ہے یہ وہی تعلیمی اور تربیتی بندش ہے جو ٹوٹ نہیں سکی، تعلیم نے جو ابتدا سے اون کے دل پر آسمان کے جسم کا ایسا ہی یقین بٹھلا دیا تھا جیسیکہ زمین کا اِس لئے اونھوں نے مثال دینے میں آسمان اور زمین میں کچھہ امتیاز نہیں کیا۔ یونانیوں کی ہیئت نے اون کے سات عدد ہونیکا اور آٹھویں فلک ثوابت اور نویں فلک اطلس کا ایسا یقین دلا

رکھا تھا کہ اون کی تعداد کا بھی اون کو ایسا ہی یقین تھا جیسیکہ زمین کا، اور جو کہ یہ غلط یقین کی ہوئی چیزیں نہ اون کو دکھائی دیتی تھیں نہ محسوس ہوتی تھیں اِس لئے کہدیا کہ "لا تدرکہ بالحس والخیال او لم تدرک" اور یہ نہ سمجھے کہ جو چیز نہ ظاہر اد کھائی دیتی ہو نہ حس و خیال سے معلوم ہوتی ہو تو اوس کا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اور وہ شے کیونکر وجود ذاتی کی اون معنوں میں جو خود اونہوں نے بیان کئے ہیں مثال ہو سکتی ہے۔

وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سموات کے لفظ سے اگر یہی نیلا نیلا گنبد جو ہم کو دکھائی دیتا ہے مراد ہو گو اوس کی ماہیت کچھ ہی ہو تو بھی وجود ذاتی کی مثال دینے میں چنداں مقام تامل نہیں ہے، لیکن اگر اوس سے آگے بڑھو اور آسمان کا جسم یا جرم ایسا مانو جیسا کہ حکماء یونانی نے مانا ہے اور علماء اسلام نے بھی اوس کو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا بھی قرار دیا ہے تو اس میں کلام ہے، اور پھر کسی طرح سموات وجود ذاتی کی مثال نہیں ہو سکتی، اور اون کے ساتھ عدد کو بھی وجود ذاتی کی مثال میں داخل کرنا تعجب پر تعجب ہوتا ہی۔

عرش و کرسی کی تعریف یا اون کی صورت یا اون کے جسم کیحالت یا اونکی ماہیت خدا نے نہیں بتائی اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اون کے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کے وجود ذاتی کی مثال میں داخل کیا جاوے، پس یہ وہی گندا پانی ہے جو اس شفاف دریا میں ملگیا ہے، ۔

وجود حسی کی امام صاحب نے دو عمدہ مثالیں دی ہیں۔ پہلی مثال رسول خدا صلعم کا موت کی نسبت یہ فرمانا ہے کہ قیامت کے دن ابلق مینڈھے کی صورت میں موت لائی جاویگی اور دوزخ و بہشت کے بیچ میں ذبح کر ڈالی جاویگی، اِس پر امام صاحب

فرماتے ہیں کہ جو یہ دلیل لاتا ہے کہ موت عرض ہے، یا عدم عرض ہے، یعنی یا تو خود علیحدہ
موجود نہیں ہے بلکہ مردہ میں پائی جاتی ہے یا زندہ میں جو حیات موجود ہوتی ہے اوسکے
نہونیکا نام موت ہے، پس جبکہ وہ علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے تو اوس کا مینڈھے کی
صورت میں لایا جانا محال ہے، تو وہ شخص اِس حدیث کا مطلب یہ قرار دیتا ہے کہ قیامت
میں لوگ ایسا ہوتا دیکھیں گے، اور اوس مینڈھے کیصورت کو جو وہ دیکھیں گے موت
سمجھیں گے، اور یہ صرف اون کی حس میں موجود ہوگا نہ موجود فی الخارج۔ اور جو شخص
اوس دلیل کو تسلیم نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت موت ہی مینڈھے کی صورت بنجاویگی
اور وہی ذبح کیجاوے گی +

دوسری مثال وجود حسی کی رسول خدا صلعم کا جنّت کی نسبت یہ فرمانا ہے کہ مجھکو
اِس چار دیواری کے چوڑان کے اندر جنّت دکھلائی گئی، پس جو شخص یہ دلیل لاتا ہے
کہ تداخل اجسام محال ہے اور چھوٹی چیز کے اندر بڑی چیز نہیں سماسکتی، وہ اِس کے
معنے یہ کہتا ہے کہ خود جنّت اوس چار دیواری میں نہیں چلی آئی تھی لیکن حس میں جنّت
کی صورت بنگئی تھی گویا کہ وہ دکھائی دیتی ہے، اور بڑی چیز کا چھوٹی چیز میں دکھائی دینا
غیر ممکن نہیں ہے جس طرح آسمان چھوٹے سے آئینہ میں دکھائی دیتا ہے اور اسطرح کا
دکھلانا صرف خیال میں آنیسے بالکل جدا چیز ہے اور یہ تفرقہ اوس وقت سمجھ میں آجاتا ہے
جبکہ آسمان کو آئینہ میں دیکھو اور جبکہ آنکھ بند کرکے اوس کا خیال کرو تو آئینہ میں آسمانکی
صورت تخئیل کیصورت سے دوسری طرح پاؤگے +

وجود خیالی کی مثال امام صاحب نے رسول خدا صلعم کے اِس قول سے دی ہے
کہ حضرت نے فرمایا کہ "گویا میں یونس ابن متی کو دیکھتا ہوں اوس پر دو قطوانی عبائیں

ہیں وہ لبیک کہتا ہے اور پہاڑ اوس کو جواب دیتے ہیں اور خدا کہتا ہی لبیک ای یونس"
انحضرت صلعم کا ایسا فرمانا اسی پر مبنی ہے کہ حضرت کے خیال میں یہ صورت بند گئی
تھی اسلئے کہ اس حالت کا وجود آنحضرت صلعم کے وجود سے پہلے تھا اور وہ معدوم ہو گیا
تھا اور اوس وقت موجود نہ تھا +
اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ حضرت کی حس میں یہ حالت اسطرح پر آئی تھی کہ اوس کو دیکھتے
تھے جیسیکہ خواب دیکھنے والا صورتیں دیکھتا ہی لیکن یہ فرمانا کہ گویا میں دیکھتا ہوں اس
بات کا اشارہ کہ حقیقت میں دیکھنا نہ تھا اور اس سے غرض صرف مثال سے مطلب کا
سمجھانا ہی نہ خاص اس صورت کا ہونا بہر حال جو چیز خیال میں بندھ جاتی ہے وہ
دیکھنے ہی کی جگہ ہو جاتی ہے اور اس لئے وہ دیکھنا ہی ہو جاتا ہے +
وجود عقلی کی امام صاحب نے دو مثالیں دی ہیں۔ پہلی مثال رسول خدا صلعم کا
یہ فرمانا ہے کہ جو شخص سب سے اخیر کو دوزخ میں سے نکالا جاوے گا اوس کو دنیا سے
دس گنی جنّت ملیگی۔ ظاہر میں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے عرض وطول سی
دس گنی جنّت ملیگی اور یہ تفاوت حسی وخیالی ہے اور جب اس بات کا تعجب ہوتا ہی کہ
کیونکر دنیا سے باعتبار مساحت کے دس گنی ہو سکتی ہے کیونکہ جنّت تو آسمان پر ہی
جیسیکہ روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے پھر آسمان میں دس گنی دنیا سے کیونکر جنّت
سما سکتی ہے اسلئے کہ آسمان بھی تو دنیا ہی میں داخل ہے تو تاویل کرنیوالا اس تعجب کو
اس طرح دور کرتا ہی کہ اس تفاوت سے تفاوت معنوی اور عقلی مراد ہے نہ حسی وخیالی
جیسیکہ کہتے ہیں کہ یہ موتی تو گھوڑے سے دس گنا ہے یعنی مالیت وقیمت میں جو عقلی
تفاوت ہی نہ گھوڑیکے قد و قامت سے جو حسی وخیالی تفاوت ہے۔

اِس مثال میں تو امام صاحب نے صرف ملاّنا پن ہی برتا ہے' اونہوں نے بلا تنقیح اِس بات کے کہ فوق کے اور آسمان کے اور جنت کے اور دوزخ کے وجود سے منجملہ اقسام وجود کے جو اونہوں نے بیان کئے ہیں کونسا وجود متحقق ہے اِس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہے' اور اوسی تعلیمی و تربیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کے وجود کو منوا مالی کے باغ اور کلوا لوہار کی بھٹی کی مانند تسلیم کر لیا ہی فلیتعجب کل العجب -

دوسری مثال رسول خدا صلعم کا یہ فرمانا ہے کہ چالیس دن تک خدا نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو گوندھا ہے جس سے خدا کے ہاتھ ہونا معلوم ہوتا ہے - پس جس شخص کے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہونا محال ہے جو ایک عضو محسوسہ اور متخیلہ ہے تو وہ شخص اللہ کے لئے عقلی ہاتھ ثابت کرتا ہے یعنی جو حقیقت اور غایت ہاتھ کی ہے وہ خدا میں ثابت کرتا ہے نہ ہاتھ کی صورت' اور ہاتھ کی حقیقت کیا ہے ؟ پکڑنا' اوس سے کام کرنا' دینا' چھین لینا' جو بواسطہ ملائکہ ہوتے ہیں' رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور کہا کہ تیرے واسطے سے دوں گا اور نہ دونگا اور اس سے عقل کا عرض ہونا یعنی ذہنی عقل میں قایم ہونا نہیں پایا جاتا جیسا کہ متکلمین نے خیال کیا ہی کیونکہ ممکن نہیں ہے کہ عرض یعنی وہ چیز جو ایک دوسری چیز میں قایم ہو سب سے اوّل مخلوق ہو بلکہ اوس سے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مراد ہو سکتا ہے جس کا نام عقل ہے اِس حیثیت سے کہ وہ اشیاء کی ذاتی باتونکو بغیر سکھائے جانتا ہی - اور اوسیکا نام قلم ہے اِس حیثیت سے کہ وہ انبیاء اور اولیا اللہ اور تمام ملائکہ کے لوح دل پر حقایق علوم کو وحی والہام سے نقش کر دیتا ہی - ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ سب سے پہلے قلم کو خدا نے پیدا کیا' پس اگر عقل و قلم کو ایک نہ مانا جائے تو دونوں حدیثوں

میں تناقض ہوتا ہے۔ ایک شے کے مختلف حیثیتوں سے متعدد نام ہو سکتے ہیں، عقل کا
نام عقل باعتبار اوسکی ذات کے، اور ملک بلحاظ اوس نسبت کے جو اوسکو خدا کیساتھ ہی
اور خدا میں اور خلق میں واسطہ ہی، اور قلم اس لحاظ سے کہ اوسکے سبب الہام اور وحی سے
علوم کا دلوں پر نقش ہوتا ہی نام رکھا جا سکتا ہی، اور یہ ایک ہی شے کے تین نام مختلف
حیثیتوں کے لحاظ سے ہوئے، جیسیکہ جبریل کا نام باعتبار اوس کی ذات کے روح، اور
بلحاظ اون اسرار کے جو اوس کے سپرد کئے جاتے ہیں امین، اور بلحاظ اوس کی قدرت کے
ذو مرۃ، اور باعتبار اوسکی قوت کے شدید القوی، اور باعتبار قرب الیٰ اللہ کے مکین عند ذی العرش،
اور مطاع اس لحاظ سے کہ بعض ملائکہ کا متبوع ہی کہا جاتا ہی۔ جو شخص کہ اس طرح پر قایل ہے
اوس نے قلم اور ہاتھ کا عقلی وجود ثابت کیا ہی نہ حسی وخیالی۔ اسیطرح جو شخص اس بات کا
قایل ہے کہ ہاتھ سے مراد صفات باری کی صفتوں میں سے ایک صفت ہی خواہ اوس سے
اوس نے صفت قدرت مراد لی ہو یا اور کوئی وہ بھی عقلی ہاتھ کا مثبت ہے۔

وجود شبہی (بہ فتح الشین والباء الموحدہ) کی مثال امام صاحب نے خدا کیطرف غصہ اور شوق
اور خوشی اور صبر اور اسیطرح کی باتوں کی نسبت کر نیکی دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مثلاً غضب
اوسکی حقیقت دل میں خون کا جوش مارنا ہے اس مقصد سے کہ غصہ کرکے تسکین حاصل ہو
اور یہ بات نقصان اور رنج سے خالی نہیں، پھر جس شخص کے نزدیک خدا کی نسبت ذاتی یا
خیالی یا حسی یا عقلی طور پر غضب کو منسوب کرنا دلیل سے محال ثابت ہوا ہے تو وہ اوس سے
ایک اور صفت کو مراد لیتا ہے جو غضب پر مبنی ہوتی جیسے ارادہ عقاب، اور ارادہ
عقاب اور چیز ہے اور غضب اور چیز ہے، لیکن اوسکی صفات میں سے ایک صفت کی قریب
قریب ہی اور ایک اثر ہی جو غضب سے صادر ہوتا ہے، اور وہ خدا کی شان کے نامناسب نہیں ہی۔

ان پانچوں قسم کی وجود کے بیان کرنیکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے شارع کی اقوال کو ان قسموں میں سے کسی قسم پر تسلیم کیا تو وہ شارع کے قول کا تصدیق کرنیوالا ہی نہ تکذیب کرنیوالا۔ تکذیب جب ہی ہوگی جب وہ ان سب قسم کی معانی و مراد سی انکار کرے اور یہ گمان رکھے کہ جو کہا ہی اوس کے کچھہ معنے نہیں ہیں اور وہ کذب محض ہے اور قایل کی غرض دھوکہ دینا ہی یا دنیاوی مصلحت، اور یہ محض کفر اور زندقہ ہے۔ اور تاویل کرنیوالوں کو جبتک کہ قانون تاویل کو پکڑے ہوئے ہیں جس کا ہم آگے بیان کریں گے کفر لازم نہیں ہوتا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ بموجب اس تشریح کے جو امام صاحب نے بیان کی کیا وجہ ہی کہ جو لوگ اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ "الاخبار من الجنة والنار حق" مگر اونکی نزدیک دلیل سے ثابت ہوا ہی کہ جنت و دوزخ منوامالی کا سا باغ اور کلوا لوہار کیسی بھٹی نہیں ہوسکتی اور اِس لئے وہ اوسکا وجود شبہی قرار دیتے ہیں، پھر وہ کیوں کافر ہیں ؟

وہ لوگ جنکے نزدیک کسی دوسرے جسم غیر مرئی و غیر محسوس کا مغوی للانسان یا ہادی الانسان ہونا محال ثابت ہوا ہی۔ اور اِسلئے وہ شیطان یا ملایک کے وجود خارجی کے منکر ہوکر اوسکا وجود فی نفس الانسان تسلیم کرتے ہیں، اور بعوض اسکے کہ عورت کے رحم میں ایک مصور فرشتہ گھسا ہوا سمجہیں قوت مصورہ ہی پر ملک کا اطلاق کرتے ہیں کیوں کافر ہیں ؟

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لڑکوں کیسی تختی اور قلم کو نیزہ یا پھٹیرے کا قلم نہیں سمجنے بلکہ اوسکا وجود عقلی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ کیوں کافر ہیں ؟

جو لوگ کہ وحی من اللہ میں کسی دوسرے کیواسطے کو بدلائل محال سمجتے ہیں اور وہ اوسی قوت کو جو انبیا میں ہی جس کے سبب اون پر نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سی بھی تعبیر کیا جاتا ہی جبریل امین تسلیم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ الجبریل حق وہ کیوں کافر ہیں ؟ علاوہ اسکے

بے انتہا دریا اسی قسم کی مثالون کا اس چشمہ سے جس کو امام صاحب نے کھولا ہی بہہ سکتا ہی ؛

مگر اخیر کے دو لفظ امام صاحب کے سخت گرفت کے قابل ہیں اور صرف گرفت ہی کے قابل نہیں ہیں بلکہ غلط بھی ہیں - وہ اسطرح پر معنی قرار دینیکو جس طرح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہیں، تاویل کی معنی اونہوں نے نہیں بیان کئے، مگر اونکے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ جن الفاظ کی ظاہری معنے بدلیل مستحکم درست نہ ٹہیر سکتے ہوں تو اوسکے دوسرے معنی لیے جاویں اور تاویل کیجاوے تاکہ قول قایل صحیح ہو جاوے، جسکا منشا یہ نکلتا ہی کہ بغرض تصحیح قول قایل وہ تاویل کیگئی ہی اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو یقینی غلط ہے اور خدا و خدا کے رسول کے کلام کو ایسا سمجھنا مساوی تکذیب کے ہی جسکو اونہوں نے کفر اور ہم نے کفر شرعی قرار دیا ہی - تاویل کے معنے اگر صرف عن الظاہر کیلئے جاویں تو میں اوسکو تسلیم کرتا ہوں، اور اگر اوسکے معنی صرف عما قالہ القایل کیلئے جاویں تو میں اوسکو کفر شرعی سمجھتا ہوں - ایک شخص نے کہا کہ زید اسد اور لفظ اسد سے قایل کی مراد تھی کہ زید شجاع ہی، تو اب ہم جو اسد کے معنی شجاع کے لیتے ہیں وہ درحقیقت تاویل نہیں ہی کیونکہ ہم نے وہی معنے لئے ہیں جسکے لئے قایل نے یہ لفظ بولا تھا، اور اسطرح پر معنے لینے کو تاویل کہنا حماقت میں داخل ہی، کیا فرق ہی اس میں کہ ایک شخص نے شجاع کیلئے اسد کا لفظ اختیار کیا ہی اور ایک شخص نے شمس کا اپنے بیٹے کے لئے، شمس سے تو حیوان ناطق مع ہذا لتشخص مراد لینا تاویل نہ ہوا اور اسد سے شجاع مراد لینا تاویل ہو، ہم جو خدا اور خدا کے رسول کے کلام کے معنی بیان کرتے ہیں یقین کامل رکھتے ہیں کہ خدا و خدا کے رسول نے اونھی معنوں میں وہ الفاظ بولے ہیں، اور موافق او رمخالف دونوں کو دلیل سے اوسکا ثبوت دیتے ہیں - موافق یعنی اہل اسلام سے صرف اسی قدر رکھتے ہیں کہ تم خدا اور رسول کو برحق اور اون کے کلام کو سچ اور غلطی سے پاک یقین کرتے ہو

پس اگر ان الفاظ کے یہ معنی و مراد نہوں اور خدا اور رسول نے اون معنی و مراد میں انکا استعمال نہ کیا ہو تو دلیل مستحکم سے اون کا غلط اور جھوٹ ہونا ثابت ہوتا ہی جو تمہاری تسلیم کے برخلاف ہے، اس لئے ضرور ہے کہ وہی معنے اور مراد خدا اور رسول کی ہی جو صحیح اور سچ ہی۔ مخالف کو یعنی اوس کو جو مذہب اسلام کو تسلیم نہیں کرتا دلیل سے، اور مقتضائے کلام انسانی سے، اور خود خدا و خدا کے رسول کے کلام کے سیاق سے، یا اوسی کی مثل دوسرے کلام سے ثابت کرتے ہیں کہ ان الفاظ کے یہی معنی خدا و خدا کے رسول نے لئے ہیں، ہم اوس کی تاویل نہیں کرتے، بلکہ انہی معنوں و مراد میں خدا و رسول نے اون الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ جب وہ کہتا ہی کہ تیرہ سو برس تک اور کسی نے بھی یہ معنی سمجھے ہیں تو ہم اوس کو "غبی بلید" کہتے ہیں، کیونکہ بالفرض ہزاروں برس تک کسی کلام کے صحیح معنوں پر کسی اسباب سے لوگوں کا غور نہ کرنا یا پے نہ لیجانا دوسری چیز ہے اور کلام کا فی نفسہ صحیح ہونا دوسری چیز ہے۔ اس کیلئے سیدھی راہ یہ ہی کہ اون لوگوں کے پے نہ لیجانیکے اسباب کو تفتیش کرے نہ یہ کہ کلام کے صحیح معنوں کو تسلیم نہ کرے، ولا ینجی احد من ھذہ الظلمات الا من شرح اللہ صدرہ للکمالات۔

دوسرا لفظ وہ ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کیطرف اشارہ کیا ہی اور اوس قانون کو آگے بیان کیا ہے، ہم اوس قانون تاویل کے صحیح نہ ہونے پر بحث نہیں کرتے بلکہ امام صاحب نے جو شرط عدم کفر کو اس قانون پر مشروط کیا ہی اوس پر بحث کرتے ہیں، ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قانون تاویل بنانیوالا کون ہے؟ امام صاحب؟ اگر وہی ہیں یا اور کوئی انسان تو اس بات کے کہنے میں کہ جبتک تاویل کرنیوالا ہمارے قانون تاویل کا پابند رہیگا اوس وقت تک اوس پر کفر لازم نہیں ہوگا۔ اور اسبات کے کہنے میں کہ جو شخص

جب تک ہمارے مسائل کا یا ہمارے مذہب کا پابند رہیگا اوسوقت تک اوسپر کفر لازم نہوگا لیا فرق ہی اشعری و معتزلی و حنبلی کی مخالفت کو گو کہ وہ ذات وصفات خدا ہی میں کیوں نہ ہو جب کفر قرار نہیں دیا تو امام صاحب کے بنائے ہوئے قانون تاویل کی مخالفت سے کیوں کفر لازم آویگا پس یہ وہی مثل ہوئی کہ فر من المطر و وقع تحت المیزاب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤول کہا ہے جبتک کہ وہ تاویل کرتا ہی او تکذیب نہیں کرتا کافر نہیں کہلایا جاسکتا گو کہ اوس کی تاویل کیسی ہی غلط ہو۔ کیا کہوگے حضرت امام محی الدین ابن عربی کو جنکی تفسیر ایسی رکیک تاویلوں سے بھری ہوئی ہے جسکے لئے کوئی قانون ہی نہیں، ھل ھو کافر نعوذ باللہ منھا ۔

اسکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ مؤول کی تکفیر کیونکر ہو سکتی اہل اسلام کا کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جو تاویل کا محتاج نہوا ہو سب سے زیادہ تاویل سی پرہیز کرنیوالے امام احمد بن حنبل ہیں اور اقسام تاویل سی سب سے بعید تاویل جس سے کلام اپنی حقیقت سے خارج ہو کر صرف مجاز و استعارہ ہی رہجاتا ہی وہ وجود عقلی و شبہی سے تاویل کرنا ہے امام احمد بن حنبل ایسی بعید تاویل کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں، میں نے بغداد میں نہایت معتبر علماء حنبلی سے سنا ہی کہ امام احمد حنبل نے بالتصریح تین حدیثوں کی تاویل کی ہے۔ پہلی حدیث یہ ہی الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض اور دوسری یہ ہی۔ انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن اور تیسری حدیث یہ ہی" قلب المومن فی اصبعین من اصابع الرحمٰن" اب دیکھو کہ امام احمد حنبل نے اون میں کیسی تاویل کی ہی جب اون کے نزدیک ان حدیثوں کے ظاہری معنوں کے محال ہونے پر دلیل قایم ہوئی تو اونہوں نے فرمایا کہ بزرگوں کا عادتاً داہنا ہاتھ چوما جاتا ہی اور حجر اسود کا بھی تقرباً الی اللہ بوسہ لیا جاتا ہے، تو وہ داہنے ہاتھ کی مانند ہوا نہ کہ حقیقت میں داہاں ہاتھ ہی اور اسی مناسبت سے اوسکو خدا کا داہاں ہاتھ کہا گیا اور یہ تاویل وہی ہے جسکو ہم نے وجود شبہی بتایا ہی اور جو تاویلوں میں بعید سے بعید تاویل ہی اب دیکھو کہ جو شخص سب سے زیادہ تاویل سے

پرہیز کرتا تہا کیسی بعید سے بعید تاویل پر مجبور ہوا۔ اسیطرح جب اون کے نزدیک خدا کیلئے حسّی دو انگلیونکا ہونا محال ثابت ہوا تو انکو انگلیوں کے مقصد سے تاویل کیا اور یہ وہی تاویل ہی جسکو وجود عقلی بتایا ہی۔ انگلیوں سے وہ چیز مقصود ہی جس سے اشیاء کا اولٹ پلٹ کر دینا ہو سکے انسان کا دل جس سے اولٹ پلٹ ہو جاتا ہے اوس کو کنایتاً خدا کی انگلیوں سے تعبیر کیا۔ اب دیکھو کہ امام احمد حنبل نے کس طرح ان تین حدیثوں کی تاویل کی، اون کے نزدیک ان تین حدیثوں کے سوا اور کسی حدیث میں استحالہ لازم نہیں آتا، وہ کچہہ زیادہ غور کرنیوالے نہ تھے اگر زیادہ غور کرتے تو اون کو معلوم ہو جاتا کہ خدا کو فوق کیساتھ مخصوص کرنے اور اور چیزوں میں بھی جنکی وہ تاویل نہیں کرتے استحالہ لازم آتا ہی۔

جو کتاب ہمارے پاس موجود ہی اس مقام پر اوس میں غالباً کچہہ عبارت ساقط ہو گئی ہی اسلئے کہ اوس میں صرف دو ہی حدیثیں ہیں تیسری حدیث نہیں ہی اور جسکو دوسری حدیث لکھا ہی اوس کی تاویل کا بیان نہیں ہی پس یقینی اس مقام سے کچہہ عبارت ساقط ہو گئی ہی دوسرا نسخہ ہمارے پاس نہیں ہے جس سے مقابلہ کریں +

اِس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ قیامت سی متعلق امور میں اشعری تاویل نہ کرنی میں حنبلی کے قریب قریب ہیں، اونہوں نے سوائے چند کے اور سب امور قیامت کو اوسکے ظاہری معنوں میں قرار دیا ہی مگر معتزلہ سب زیادہ تاویل کرنیوالوں میں ہیں۔ باوجود اس کے اشعری بھی قیامت کے امور میں تاویل کے محتاج ہوئے ہیں جیسیکہ موت کے مینڈہے کیصورتیں لاکر ذبح کرنیکی مثال میں بیان ہوا۔ اعمال کے تولے جانمیں بھی اشعریوں نے تاویل کی ہے، اور کہا کہ صحایف اعمال تولے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ اونمیں بمناسبت اعمال کے وزن پیدا کر دیگا اور یہ تاویل وجود ذاتی کو وجود شبہی قرار دینا ہے جو ابعد التاویلات ہے کیونکہ صحایف تو ایسے

اجسام ہیں جنمیں حساب لکھا جاتا ہی اور بطور اصطلاح کے اعمال کے لفظ سے اوسپر استدلال کیا ہے جو عرض ہیں یعنی اوس میں لکھے گئے ہیں پس اس صورتمیں اعمال کا وزن نہوگا بلکہ اوس چیز کا وزن ہوگا جسمیں اعمال لکھے گئے ہیں معتزلی میزان کی تاویل کرتے ہیں اور اوسکو ایسے سبب کا کنایہ قرار دیتے ہیں جس سے ہر ایک شخص کے اعمال کی مقدار ظاہر ہو جاوے اور یہ تاویل اعمال کو صحائف سے تاویل کرنے سے بھی زیادہ بعید ہی اس مقام پر یہ غرض نہیں ہے کہ ان تاویلوں میں سے کونسی صحیح ہی بلکہ اس بیانسے غرض یہ ہی کہ ہر فرقہ کو وہ کیسا ہی ظواہر آیات کا پابند رہا ہو اوس کو بھی تاویل کی ضرورت پڑتی ہے صرف وہی شخص جو حد سے زیادہ جاہل و غبی ہو تاویل کرنا نچاہیگا اور کہیگا کہ حجر اسود حقیقتاً خدا کا داہنا ہاتھ دنیا میں ہے اور موت گو کہ وہ عرض ہو وہ سچ مچ کا مینڈھا بنجاویگی اور اعمال اگرچہ عرض ہیں اور معدوم بھی ہو گئے ہیں مگر وہ پھر ترازو میں آویں گے اور باوجود اون کے خود عرض ہونیکے اون میں اعراض مثل وزن وغیرہ کے پیدا ہونگے پھر جو شخص کہ جہالت کی اس حد کو پہنچ جاوے تو اوسکی نسبت کہنا چاہیے کہ وہ عقل سے خارج ہو گیا۔

اسکے بعد امام صاحب قانون تاویل کو جسکا اوپر وعدہ کیا تہا بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو تو نے جان لیا کہ یہ پانچ درجے تاویل کے جو بیان ہوئے اوسپر تمام فرقے متفق ہیں اور اون میں کوئی سی تاویل کرنی تکذیب رسول نہیں ہے اور اوسپر بھی اتفاق ہے کہ ان تاویلوں کا جائز ہونا اون کی ظاہری معنوں کی دلیل سے محال ثابت ہونے پر موقوف ہی اور ظاہری معنی ہر ایک چیز کے جسکی خبر دیگئی ہے وجود ذاتی ماننا ہے جبکہ اوس کا وجود ذاتی ماننا متعذر ہو تو وجود حسی تسلیم کرنا ہے اور جبکہ اوس کا تسلیم کرنا بھی متعذر ہو تو وجود خیالی اور عقلی کا تسلیم کرنا ہی اگر اسکا تسلیم کرنا بھی متعذر ہو تو وجود شبہی و مجازی کا تسلیم کرنا ہی۔ ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں تنزل کی جبتک کہ وجہ دلیل نہو اجازت نہیں ہے ایسی حالت میں جو اختلاف ہوگا دلیل کے ٹھیک اور ناٹھیک ہونیکی نسبت ہوگا حنبلی کہیگا کہ ذات باری کو جہت فوق کے مخصوص کرنیمیں کوئی محال لازم نہیں آتا اشعری کہے گا

کہ خدا کی رویت ہونیمیں کوئی محال نہیں ہوتا، اور اون کے مخالف جو دلیلیں ونکے محال ہونیکی پیش کرتے ہیں اونکو وہ دلیل کافی اور برہان قطعی نہیں سمجھتے خیر جو کچھ کہ ہو مگر یہ بات کیونکر لائق ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کو کافر بتاوے باوجودیکہ اوس کو دلیل کے سبب سے غلطی میں پڑنا تسلیم کرتا ہے - ہاں یہ بات ممکن ہی کہ اوس کو گمراہ اور مبتدع کہے - گمراہ اسلئے کہ جو راہ اوس کی نزدیک تھی اوس سے بھٹک گیا - مبتدع اسلئے کہ اوس نے ایک بات نکالی کہ سلف سی اوسکی تصریح کرنیکا دستور نہ تھا، کیونکہ سلف سے یہ بات مشہور ہی کہ خدا دکھائی دیگا پس یہ کہنا کہ نہیں دکھائی دیگا بدعت ہے اور تاویل کرنا رویت کا بھی بدعت ہی - بلکہ جس شخص کے نزدیک یہ بات تحقیق ہو کہ رویت سے مشاہدہ قلبی مراد ہی تو اوس کو لازم ہے کہ اوس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور کسی سے نہ کہے کیونکہ سلف نے اسکا کبھی ذکر نہیں کیا اگر اوس کہنے پر حنبلی کہیگا کہ خدا کا فوق پر ہونا سلف سے مشہور ہے اور اون میں سے کسی نے نہیں کہا کہ خالق عالم نہ عالم سے ملا ہوا ہی اور نہ عالم سے جدا ہی اور نہ عالم کی اندر ہی اور نہ عالم کے باہر ہی اور چھیوں طرفیں اوس سی خالی ہیں یعنی جہت سی مستغنی ہے اور اوس کی نسبت فوق کے ساتھ ایسی ہے جیسیکہ تحت کے ساتھ تو یہ کہنا بھی بدعت ہی کیونکہ بدعت کے معنی نئی بات نکالنے کے ہیں جو سلف سے ماثور نہیں ہے - اس بحث سے تجھکو معلوم ہوا ہو گا کہ ان باتوں کے لئے دو مقام ہیں ایک تو عوام خلق کا درجہ و مقام ہی ونکے لئے تو یہی بہتر ہے کہ جو کچھ ہی اوس کو مانیں، اور جو ظاہری معنی لفظ کے ہیں اوس کے تغیر و تبدل سے قطعاً باز رہیں، اور اوس کی تصریح اور نئی تاویل سے جبکی تصریح صحابہ نے نہیں کی باز رہیں، اور باب سوالات کو بالکل بند کردیں، اور اوس میں خوض کرنیسے ڈانٹ دئے جاویں، اور کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں جو متشابہات ہیں اون کی متابعت کریں - روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے کسی نے دو متعارض آیتوں کی نسبت پوچھا اونھوں نے

اوس کو دُرّوں سے ٹھونکدیا، اور ایک روایت میں ہے کہ امام مالک سے خدا کی استوا علی العرش سے سوال کیا گیا اونہوں نے کہا کہ استوا کے معنی معلوم ہیں، اور اوس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اوس کی کیفیت لامعلوم ہے اور اوس سے سوال بدعت ہے ؞

یہ جو کچھ امام صاحب نے بیان کیا رکاکت سے خالی نہیں، قانون جو اونہوں نے بتایا عمدہ و سنجیدہ ہی مگر خدا و خدا کے رسول کے کلام کیلئے ایسا قانون قرار دینا ٹھیک نہیں ہے، اِس قانون کے تو یہ معنی ہیں کہ ہمکو خواہ مخواہ ایک شخص کے کلام کو درست کرنا اور صحیح بتانا ہے، پس اگر اوس کے ایک معنی نہیں بنتے تو دوسرے معنی لیتے ہیں جب دوسری نہیں بنتی تو تیسرے معنی لیتے ہیں، و علی ہذا القیاس، خدا و رسول کی کلام کیلئے ایسا قانون بنانا تو ایک ایسے نوکر کی مثال ہے جو اپنے آقا کی ہر غلط اور دور از قیاس بات کو صحیح پہلو پر ثابت کرنیکی کوشش کرتا تھا۔ خدا اور رسول کے کلام کے لئے تو خود اونہی کے کلام سے، اونہی کے منشاء و مراد سے اون ہی کے سیاق کلام سے، اونہی کی سیاق عبارت سے، اونہی کے اصول مقررہ سے، اونہی کے کلام کی تفسیر و مراد سے، اونہی کے کلام سے دلیل و برہان قایم کرکے، اسبات کا تحقیق کرنا ہے کہ اون الفاظ کے کیا معنی اور اونسے کیا مراد ہے، حقیقی یا مجازی یا استعارہ ذاتی یا حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی، پس جو تحقیق ہو وہی اوس کے حقیقی معنی یعنی مراد قایل ہے بلا تاویل و بلا رد و قدح کے، پس یہی اصلی قانون ہی جو پاک کلام سے متعلق ہو سکتا ہی ؞

العجب ثم العجب کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی بحثیں کرتا ہی ضال و مبتدع کہنا پسند کیا ہی، ضال یعنی گمراہ اوس کی نسبت اطلاق کیا جاتا ہی جو راہ حق سے گمراہ ہو گیا ہو، مگر ابھی تک اوس شخص میں اور اوس کے مخالف میں اس بات کا تصفیہ ہی نہیں ہوا کہ حق کسکی طرف ہے، اور اس لئے اُن دونوں میں سے کسی کو گمراہ کہنا صحیح و درست نہیں ہے ؞

مبتدع کہنا اوس سے بہی زیادہ تعجب کی بات ہی جو شخص کہ کسی امر کے حق ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اوس کا قبول کرنا اور یقین دلانا چاہتا ہی اوس کا فرض ہی کہ اپنے دعوے کی حق ہونیکو ثابت کرے' خدا نے بہی یہی طریقہ اختیار کیا ہی' قرآن مجید میں اون کے لئے جنکو مذہب اسلام کی دعوت کی ہی اور منکرین اور معترضین کے اسکات کیلئے اول سے آخر تک دلیلیں بہری پڑی ہیں' جسکے دلمیں خود خدشات پیدا ہوتے ہیں اوسکو خود اپنی تسکین کرنی واجب ہی' پس اسا امر جو خود خدا نے اختیار کیا ہو اور جس کے بغیر چارہ نہیں کسطرح بدعت ہو سکتا ہی ؛

حقیقت میں بھی بدعت کا اطلاق اِس پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی نظیر خدا کی کلام میں موجود ہی' ہاں بہت سے امور ایسے ہیں جنپر اوس زمانہ میں بحث نہیں ہوئی کیونکہ پیش نہیں آئی تھی' اب کہ وہ پیش آئی ہیں اوسی نظیر سے اوس پر بحث کرنی ضرور ہے'

عوام کو امام صاحب اس بحث سے منع کرتے ہیں اور زجر و توبیخ فرماتے ہیں کہ چپ رہو اور اوسی پر یقین رکھو۔ اول تو یہی غلطی ہی کہ اون کو کہا جاتا ہی کہ اوسی پر یقین رکھو' یقین کرنا تصدیق قلبی کا نام ہے' پس جس شخص کو کسی بات میں شبہ ہے جبتک کہ اوس کا وہ شبہ نہ نکلجاوے' اوس کو تصدیق قلبی ہو کیونکر سکتی ہے حضرت عمر کی نسبت جو روایت لکھی ہے اوّل تو وہ یقین کے لائق نہیں ہے' اسلئے کہ اوسکے سچ ہونے کا ثبوت نہیں' اور اگر اوس کو واقعی تسلیم کیا جاوے تو امام مالک کیطرح ہم بھی اوسکی نسبت کہیں گے" والکیفیۃ مجھولۃ کیونکہ حضرت عمر کے کسی فعل کی کیفیت کا مجہول ہونا ایمان میں کچھ نقصان نہیں لاتا' برخلاف اِس کے کہ عقائد اسلام میں سے کسی عقیدہ کا یقین تو لازمی و ضروری بتایا جاوے' اور اوسکی کیفیت کی نسبت کہا جاوے کہ" مجھولۃ " امام مالک نے کیفیت استوا کو مجہول بتایا' اون کو معلوم نہو گی' اور اونکو باوجود اوسکی کیفیت نہ معلوم ہونیکی استوا پر یقین ہوگا - اِس زمانہ میں

ہزاروں لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جنکو حقیقت استوا اور حقیقت حشر و میزان و وزن اعمال معلوم نہیں مگر وہ اون سب پر دل سے یقین رکھتے ہیں اور نہایت عمدہ اور سچے اور سیدھے مسلمان ہیں، یہی حال استوا کے مسئلہ میں امام مالک کا ہوگا بحث اسمیں ہے کہ جب مخالفین اس پر معترض ہوں یا خود کسی کے دل میں اسکی نسبت شبہہ پیدا ہو تو اوس سے بھی یہ کہا جاسکتا ہی کہ والکیفیۃ مجہولۃ والایمان بہ واجب حاشا و کلا۔

عوام کی تعریف امام صاحب نے کچھ نہیں فرمائی۔ امام صاحب کے زمانہ میں معدودے چند لوگ ہوں گے جو دار العلوم بغداد میں پڑھکر ملا کہاتے ہونگے اور اُنہوں نے بھی صرف عربی لٹریچر اور فلسفہ یونانیہ میں کمال حاصل کیا ہوگا جو خود بہت سی غلط باتوں پر مبنی ہی باقی لوگ وہ ہونگے جو الف کے نام بے بھی نہیں جانتے ہونگے مگر ہمارے زمانیکا حال ایسا نہیں ہی، عربی لٹریچر کا تنزل جہانتک کہو تسلیم کیا جاسکتا ہی مگر علوم کسی خاص زبان میں مقید نہیں ہیں، اس زمانہ میں علوم کی ترقی اس درجہ پر پہنچگئی ہی کہ عوام کے لفظ کا اطلاق ہی مشکل پڑگیا ہی، علوم حکمیہ اور ریاضیہ وطبعیہ نئے نئے پیدا ہوگئے "گلی کوچوں میں پھیل گئے" بے مبالغہ لاکھوں آدمی ہیں جو ہندسہ کو اقلیدس سے بہت زیادہ جانتے ہیں، لاکھوں آدمی ہیں جو فن تشریح کو بو علی سینا سے بہت بہتر جانتے ہیں، علوم طبعیہ نے ہزاروں چیزوں کی حقیقت کو ظاہر کردیا ہی جو پہلے معلوم نہ تھیں، تمام دنیا کے مذہبوں کے امتحان کو بڑے بڑے لوگونکے اقوال کے جانچنے کو کسوٹیاں موجود ہوگئی ہیں۔ پس اس زمانہ میں نہ وہ دُرہ کام آسکتا ہے اور نہ "والکیفیۃ مجہولۃ" کہنا۔ اِس زمانہ میں جو شخص کسی بات کے سچ ہونیکا دعویٰ کرتا ہی گو کہ وہ مذہب ہی کیوں نہ ہو جبتک کہ اوس کا سچ ہونا ثابت نکردے سچ نہیں مانا جاتا۔ پس جو لوگ کہ اسلام کے طرفدار ہیں اونکا فرض ہے کہ اوس کو اُن کسوٹیوں پر امتحانکے لئے حاضر کریں اور کامل امتحان اور علوم کی

مقابلہ میں اوس کا حق ہونا ثابت کردیں و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ہاں اتنی بات بیشک ہے کہ سایل کے فہم کے موافق جواب دیا جاوے اور اوسکی تسکین کیجاوے خدا نے بھی بہت جگہ قرآن مجید میں ایسا ہی کیا ہی اگرچہ امر مجیب کی لیاقت سے علاقہ رکھتا ہی نہ سائل سے ایک دفعہ جناب مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ مین جسمیں اونھوں نے اولیاء اور انبیاء سب سے نفی علم غیب کی تھی ایک شخص نے کہا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا اور فلاں اولیاء اللہ نے لکھا ہی کہ اگر ساتوں زمین پر چیونٹی چلتی ہی تو مجھے خبر ہوجاتی ہے۔ مولانا نے اوس کی فہم کا اندازہ کرکے اوس کو جوابدیا کہ میاں کبھی اونھوں نے اپنی بیوی سے یہ بھی پوچھا ہوگا کہ کھانا کیا پکا ہی اسی سے معلوم ہوتا ہی کہ اون کو علم غیب نہ تہا۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم سے ایک شخص نے حافظ کے اس شعر کے معنی پوچھے۔

آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند		اشھی لنا و احلی من قبلۃ العذار	

اور کہا کہ شراب کو ام الخبائث تو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی پس صوفی سے یہاں کیا مطلب ہی۔ مولانا نے جواب دیا کہ میاں ایک شاعر کا شعر ہے کچھ قرآن وحدیث تو نہیں ہے جسکی صحت کی فکر میں پڑے ہو جان لو اور سمجھ لو کہ بیجا کہا ہی۔ ہماری غرض یہ ہی کہ عامی ہو یا عالم اوسکے دل کا شبہہ مٹانا یا اوسکو اپنے دل کا شبہہ مٹانا واجب ہی اور بغیر اس کے اوسکو تصدیق قلبی نہیں ہوسکتی اور جنکے دل میں کوئی شبہ نہیں ہے خواہ وہ عامی ہوں یا عالم اون سے کچھ بحث نہیں ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے دوسرے درجہ کے لوگونکی نسبت نہایت عمدہ بحث لکھی ہی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب اہل تحقیق کے عقائد ماثورہ اور مروجہ ڈگمگانے لگیں تو اون کو بقدر ضرورت بحث کرنے اور برہان قاطع کے سبب ظاہری معنوں کو ترک کردینا لایق ہی۔ لیکن ایک دوسرے کی تکفیر اس وجہ پر کہ جس امر کو اوس نے برہان قاطع سمجھکر ظاہری معنوں کو ترک کیا ہی اوسکے برہان

سمجھنے میں اوس نے غلطی کی ہے نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بات آسان نہیں ہے برہان کیسی ہی ہو اور انصاف ہی سے لوگ اوسپر غور کریں مگر تاہم اختلاف ہونا ناممکن نہیں ہے، خواہ تو اس وجہ سے کہ بعضوں نے اوس کے تمام شرائط پر لحاظ نہیں کیا یا بغیر کامل غور کے اور میزان منطق میں وزن کرنیکے صرف اپنی طبیعت ہی پر بھروسہ کر لیا ہے جیسے کہ کسی شاعر نے عروض تو پڑھ لی ہو مگر اشعار وزن نہ کرے اور صرف طبیعت کے بھروسہ پر رہنے دے تو کچھ عجب نہیں کہ کبھی غلطی میں پڑجاوے یا اون علوم کے اختلاف کے سبب سے جو برہان کیلئے بطور مقدمات کے ہیں، اسلئے کہ جو علوم برہان کیلئے بطور مقدمات کے ہیں کچھ تو اون میں سے تجربیہ ہیں اور کچھ تواتریہ وغیرہ اور لوگوں کو تجربیات اور تواتر دونوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک کے نزدیک تو اوس میں تواتر ہوتا ہے اور دوسرے کے نزدیک نہیں ہوتا۔ ایک شخص تجربہ کر کے ایک بات کو مانتا ہے اور دوسرے کا تجربہ اوس کو نہیں مانتا۔ یا بوجہ مشتبہ ہو جانے قیاسی امر کے وہمی امر سے، یا بوجہ التباس کلمات مشہورہ کے اختلاف ہوتا ہے۔

یہ تصریح امام صاحب کی بالکل سچ و برحق ہے۔ اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کی تکفیر سے عمدگی سے منع کیا ہے اسکے بعد وہ فرماتے ہیں کہ بعض آدمی بغیر برہان کے اپنے گمان و وہم کے غلبہ سے تاویل کر بیٹھتے ہیں، مگر ہر جگہ اونکی بھی تکفیر لازم نہیں ہے، بلکہ دیکھنا چاہئے کہ کس چیز میں وہ تاویل کرتا ہے، اگر وہ تاویل مہمات عقائد سے متعلق نہو تو اوس کی تکفیر کرنی نہیں چاہئے جیسے کہ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کا چاند و سورج کو دیکھنا اور یہ کہنا کہ یہ میرا خدا ہے اون سے چاند و سورج مراد نہیں ہیں، بلکہ اونہوں نے ملکوت کی چیزیں دیکھی تھیں، اور اون کی نورانیت عقلی تھی نہ حسی، اور بسبب تفاوت درجات کمال کے حضرت ابراہیم نے اونکو کواکب و شمس و قمر سے تعبیر کیا تھا، اور اوس کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی جسم میں خدا ہونیکا اعتقاد کریں جبتک کہ اون کا غروب ہو جانا نہ دیکھ لیں جسکا نتیجہ یہ ہے

کہ اگر وہ غروب نہ ہوتی تو وہ اونہی کو خدا سمجھے رہتے اگر وہ خدا کو جسم میں ہونا محال نہ سمجھتے اور یہ دلیل
بھی لاتے ہیں کہ پہلے ہی پہل اسی چاند سورج و کواکب کو دیکھنا کیونکر کہا جا سکتا ہی اور جو کچھ
اونہوں نے دیکھا تہا وہ تو وہ چیز تھی جسکو پہلے ہی پہل اونہوں نے دیکھا تہا۔
اِس کے بعد امام صاحب صوفیہ کے استدلال کی غلطی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں
کہ حضرت ابراہیم کی شان سے ایسے اعتقاد کو بعید قرار دینا ٹھیک نہیں ہی اِس لئے کہ اونہوں نے
چھٹ پن میں کواکب و شمس و قمر کو دیکھکر ایسا خیال کیا تہا اور چھٹ پن کے زمانہ میں ایسی شخص کے
دلیں جو نبی ہونیوالا ہو ایسے خیالات کا آنا کچھ بعید نہیں ہی خصوصاً جبکہ وہ فی الفور زایل ہوگئے ہوں
اور کیا عجب ہی کہ اون کا غروب ہونا اونکے نزدیک اونکے حادث ہونے پر بہ نسبت اونکی جسمیت و
مقدار کے زیادہ تر واضح دلیل ہو اور انکا پہلے ہی پہل اونکا دیکھنا اوس روایت پر مبنی ہو سکتا ہے
جسمیں بیان کیا گیا ہی کہ حضرت ابراہیم چھٹپن کے زمانہ میں ایک بھنرے میں مقید تھے اور آنکو اوسمیں سے نکلے تھے۔
امام صاحب کی دلیلونکی رکاکت و لغویت اور مہمل قصوں پر اون کا مبنی ہونا اور ایسے بڑے عالم
کا اسطرح پر تعلیمی و تربیتی گڑھوں میں گر پڑنا خود اون کی دلیلوں سے ظاہر ہوتا ہی گو کہ صوفیہ کا استدلال
بھی ایک بے معنی استدلال ہی و تجد تحقیق هذا المقام فی تفسیر القرآن انشاء اللہ تعالی بہر حال
امام صاحب اس قسم کی تاویلات کو اور جو تاویل کہ صوفیہ نے "اخلع نعلیک" "والق ما فی یمینک"
کی نسبت نعلین و عصائے موسی کے کی ہی اور جو تاویل کہ صوفیہ نے عجل سامری کی کی ہی اوس کو
مہمات عقائد سے خیال نہیں کرتے اور اون کے استدلال کو ظنون و اوہام قرار دیتے ہیں نہ براہین
مگر اون کی تکفیر سے اِس لئے منع کرتے ہیں کہ وہ تاویل مہمات عقاید سے متعلق نہیں ہی۔
اِس کے بعد امام صاحب نے کفر کا دروازہ کھولا ہے اور فرماتے ہیں کہ مگر اس قسم کی تاویلیں
جو اصول عقائد مہمہ کی نسبت کیجاویں اور ظاہری معنوں کو بغیر برہان قاطع کے تغیر کیا جاوے

تو اون تاویل کرنیوالوں کی تکفیر لازم ہے جیسیکہ منکرین حشر اجساد و منکرین عقوبات حسیہ نے اپنی ظنوں و اوہام سے بغیر برہان قاطع کے اوسکو مستبعد سمجھا ہی پس اون کی تکفیر قطعاً واجب ہے کیونکہ ارواح کے اجساد میں پھر آنیکی محال ہونے پر کوئی برہان قاطع نہیں ہی اور اوس پر بحث کرنی دین میں نقصان عظیم ڈالتی ہے پس اون کی تکفیر واجب ہی +

اسی طرح اوس شخص کی بھی تکفیر واجب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ بجز اپنی آپ کی اور کچھہ نہیں جانتا اِس لئے کہ وہ بجز کلیات کے جزئیات کو جو اشخاص سے متعلق ہیں نہیں جانتا ایسے شخص کی تکفیر اس لئے واجب ہے کہ اوس سے قطعاً تکذیب رسول صلعم لازم آتی ہی اور یہ اوس قسم کی تاویلات میں سے نہیں ہی جنکا ہم نے ذکر کیا ہی کیونکہ قرآن اور حدیث کی دلیلیں تعمیم حشر اجساد اور تعمیم علم باری پر نسبت ہر ایک بات کے جو ہوتی ہے حد سے متجاوز ہیں جنہیں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور وہ لوگ بھی اپنے اس قول کو تاویل نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ معاد عقلی کے سمجھنے کی عقل لوگوں میں عموماً نہیں ہے اور اِس لئے خلق کی اصلاح اسی میں ہے کہ لوگ حشر اجساد پر اعتقاد رکھیں، اور یہ بھی یقین کریں کہ جو کچھہ ہوتا ہی خدا اوس کو جانتا ہی اور اون کا نگہبان ہے تاکہ اِس اعتقاد سے اون کے دل میں رغبت و ڈر پیدا ہو اور رسول خدا صلعم کو اِس طرح پر سمجھانا جائز ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی بھلائی کیلئے خلاف واقع کوئی بات کہے تو وہ کاذب نہیں ہے ۔ مگر اسطرح پر کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ وہ صریح جھوٹا کہنا ہی ۔ اور جو دلیل بیان کی ہے وہ اِس بات کا بیان ہے کہ کیوں جھوٹ بولا ہی اور ایسی خصلت سے منصب نبوت میں خلل لازم آتا ہی اور زندیق ہونیکا پہلا درجہ ہے ۔ اور اعتزال اور زندقہ مطلق کے بیچ بیچ میں ہی کیونکہ معتزلیونکی دلیلیں فلسفیونکی دلیلوں کیطرح پر ہیں بجز اس کے کہ معتزلی ایسے عذر کے سبب سے رسول پر کذب جایز نہیں رکھتے بلکہ وہ ظاہری معنونکی جہاں اوس کے برخلاف

اون کو برہان ملتی ہے تاویل کر دیتے ہیں اور فلسفی جن چیزوں کی تاویل بعید یا قریب ہوسکتی ہے
تاویل کر دیتا ہے۔ زندیق مطلق اصل معاد کا عقلی ہو یا حسی منکر ہوتا ہے اور صانع عالم کو بھی سرے سے
نہیں مانتا۔ مگر معاد عقلی کا ثابت کرنا اور آلام ولذات حسی کا نہ ماننا اور صانع کے وجود کا تسلیم کرنا اور
اوسکے علم تفصیلی سے انکار کرنا وہ ایک مقید زندقہ ہے جسمیں ایک نوع تصدیق انبیا کی پائی جاتی ہے*
اِس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ "ستفترق امتی سبعا و
سبعین فرقة کلھم فی الجنة الا الزنادقة" تو ظاہراس حدیث سے امت محمدیہ کا یہی فرقہ مراد ہے
کیونکہ حضرت نے امتی کا لفظ فرمایا ہے اور جو شخص کہ حضرت کی نبوت کا قایل ہی نہو اوس پر امتی کے
لفظ کا اطلاق ہی نہیں ہوسکتا اور جو لوگ اصل معاد اور صانع کے منکر ہیں وہ نبوت کے بھی
قایل نہیں ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ موت عدم محض کا نام ہے اور عالم بنفسہ بغیر صانع کے موجود ہے
اور ہمیشہ چلا جاوے گا اور نہ خدا پر یقین کرتے ہیں اور نہ قیامت پر اور انبیاء کو دھوکہ دینے والا
بتاتے ہیں ان پر تو امتی کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا پس اس امت کے زنادقہ کا مصداق
بجز اون کے جنکا اوپر ذکر ہوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا*

یہی مقام ہے جہاں امام صاحب اپنی تقلیدی و تعلیمی و نہ ہبی بندشوں کو توڑ نہیں سکے
اور اپنے کلام کے اختلاف کو بھی خیال میں نہ رکھ سکے۔ اونہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمات
عقاید میں بغیر برہان قاطع تاویل کرے اوس کی تکفیر واجب ہے اور اوس کی مثال حشر
اجساد اور عقوبات کے ظاہری معنوں کے تاویل کی دی ہے*

برہان قاطع کی اونہوں نے اِس مقام پر بھی شرط لگائی ہے و رخود لکھ آئے ہیں کہ برہان کو
برہان قرار دینے میں بہت سے اسباب سے اختلاف رائے ہوسکتا ہے اور برہان کی غلطی
کے سبب تکفیر نہیں چاہئے۔ پس اب یہ سوال ہے کہ گو امام صاحب کے نزدیک اعادہ ارواح

اجسام معدوم ہیں محال نہ ہو مگر جس شخص کے نزدیک اوس کا محال ہونا برہان سے ثابت ہو اہو اور گوکہ برہان میں اوس سے غلطی ہوئی ہو اوس کی تکفیر کیوں واجب ہی +

حشر اجساد پر بحث کرنیکو جو اونہوں نے مضر عظیم فی الدین قرار دیا ہے یہ بھی اون کی غلطی ہے بلکہ بحث نہ کرنا اور اوس کو درجہ تحقیق پر نہ پہونچانا مضر عظیم فی الدین ہے - دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو حشر اجساد و نعیم جنت و عذاب دوزخ پر جن لفظوں سے کہ وہ وارد ہیں یقین رکھتے ہیں وہ لوگ تو ضرور مباحثہ سے خارج و غیر متعلق ہیں انکے سوا دو قسم کے اور لوگ ہیں ایک وہ جو مسلمان نہیں ہیں اور خواہ اِس ارادہ سے کہ بعد تحقیق کے مسلمان ہوں یا اِس ارادہ سے کہ مذہب اسلام کا مہمل و غلط ہونا ثابت کریں مباحثہ کرتے ہیں دوسرے وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور بسبب شیوع علوم حکمیہ و تحقیقات علوم طبعیہ کے جو امام صاحب کی زمانہ سے اب بہت اعلیٰ درجہ پر پہنچگئی ہے اور حد استدلال سے خارج ہوکر مشاہدہ عینی کے درجہ تک ثابت ہوگئی ہے اور ایسی سہل و عام ہوگئی ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب عوام کہتے ہیں وہ بھی اون کے عالم ہوگئے ہیں اور اون مسلمانوں کے دل میں حشر اجساد اور آلام و لذائذ معاد کی نسبت شبہات پیدا ہوئے ہیں اور وہ اعادہ ارواح کو اجسام معدوم میں محال سمجھتے ہیں اور معاد میں آلام و لذائذ کا ایسا ہی ہونا جیسا کہ دنیا میں آلام و لذائذ ہوتے ہیں محال قرار دیتے ہیں پس اون کے لئے اِن امور پر مباحثہ اور اوس کی حقیقت کو بیان کرنا نفع عظیم للدین ہی یا ضرر عظیم فی الدین - ایک کافر مسلمان ہونا چاہتا ہی بشرطیکہ اوس کو سمجھا دو کہ اسلام میں حشر اجساد اور آلام و لذائذ معاد کیونکر ہو سکتے ہیں - امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ چپ بحث مت کرو اوس سے ضرر عظیم فی الدین ہی جن لفظوں سے آیا ہے اوسی پر یقین کرو - سید احمد کہتا ہی کہ کوئی لفظ اسلام کا ایسا نہیں ہے جسپر بحث سے کچھ اندیشہ ہو اور سچ

یہی خوبی ہی کہ اوسکو بحث سی اندیشہ نہیں، اِن دونوں میں کون شخص دین کو مضرت پہنچاتا ہی اور کون منفعت

ایک مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہی اس لئے کہ حشر اجساد اور آلام ولذاید معاد جو اسلام میں ہیں

اوس کے نزدیک اون کا محال ہونا ثابت ہوتا ہو امام صاحب فرماتے ہیں کہ خاموش ایسی باتوں نے

ضرر عظیم دین میں ہوتا ہی سید احمد اوس کی حقیقت اور ماہیت سمجھانے کو مستعد ہوتا ہی پہر ان دونوں

میں سے کون اسلام کی حقانیت پر زیادہ یقین رکھتا ہی +

سب سے مشکل مثال جو امام صاحب نے اس مقام پر دی ہو وہ نفی علم جزئیات کی ذات باری سے

ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اعتقاد صحیح ہے نہ میں اس مقام پر اوس کی حقیقت بیان کرنی چاہتا ہوں

مگر میں یہ پوچھتا ہوں کہ جن آیات واخبار سے امام صاحب قرار دیتے ہیں کہ خدا کو علم جزئیات کا ہونا

اون سے علانیہ ظاہر ہے آیا وہ بھی اون سے علانیہ ظاہر ہونیکا قایل ہے یا نہیں اگر ہو اور پھر

اوس سے انکار کرتا ہے تو بلاشبہ تکذیب رسول لازم آتی ہے اور اگر وہ قایل نہیں ہے اور اون

آیات واخبار سے اوس کے نزدیک خدا کو علم جزئیات ہونا ظاہر نہیں ہے گو کہ وہ اوس میں

غلطی پر ہو تو اوس کی طرف تکذیب رسول کیونکر منسوب کیجا سکتی ہے +

اس سے بھی زیادہ سخت اوس شخص کی مثال ہے جو رسول کو ترغیبًا وترہیبًا بے سمجھ لوگوں کے

لئے معاد عقلی کو، یا علم کلیات ذات باری کو، معاد جسمانی کے پیرایہ اور علم جزئیات کے طور پر بیان

کرنا جائز قرار دیتا ہے، اور باوجود اس کے رسول کیطرف کذب کی نسبت نہیں کرتا گو اوسکا ایسا

سمجھنا فی نفسہ غلط ہو مگر اوس کی طرف کیونکر خلاف اوس کے قول ویقین کے تکذیب رسول کی

نسبت کیجا سکتی ہے +

حدیث جو امام صاحب نے پیش کی ہے جسکی اور جسکے مانند اور حدیثوں کے الفاظ نہایت

مضطرب واقع ہوئے ہیں اوّل تو اوس کا ثبوت امام صاحب سے طلب کیا جاتا ہی جسکو وہ

مہیا نہ کر سکینگے اور اگر اونھوں نے کیا بھی تو خبر احاد سے زیادہ رتبہ اوس کا نہ ہوگا۔ اور پھر اوس میں جو لفظ زنادقہ کا واقع ہوا ہے اوس سے مراد صرف امام صاحب کے خیال پر اور امتی کی لفظ سے استدلال کرنے پر جو امت دعوت اور امت اجابت دونوں پر اطلاق ہوسکتا ہی مبنی ہوگی اور ایسی ضعیف و مہمل قیاسی بلکہ وہمی استدلال پر ایک شخص کو جو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتا ہے اور کہتا ہے الحشر حق وعلم اللہ حق وماجاء بہ رسول اللہ صلعم حق وان اخلف فی مرادہ کافر کہدیا جاوے گا" وما ھذا الا اثر من اثار التقلید و رجحان الطبیعة الی ما بدا للناس من تعلیم دون التنقید"۔

اصل یہ ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اوس نے ذات باری کو جامع جمیع صفات و بری جمیع نقصانات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اوسنے اون کو نبی صادق تسلیم کیا ہی اور ماجاء بہ کو حق مانا ہی پس اوس کے کسی قول سے اپنے قیاس کے مطابق ایک امر کا استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بما لا یرضی بہ قایلہ ہے اور اوس تفسیر سے جسکو خود قایل قبول نہیں کرتا اوس کی تکفیر بہت بڑی غلطی اور نادانی ہے۔ ممکن ہے کہ اوس کی تمام تاویلوں کو اور تمام دلائل و براہین کو ظن و وہم و سفسطہ کہا جاوے مگر اوس کو کافر نہیں کہا جا سکتا پس کسی کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے "لا تکفر اھل القبلة" صحیح اور ٹھیک مذہب ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے تکفیر کے معاملہ میں ایک وصیت کی ہی اور ایک قانون بتایا ہے۔ وصیت تو یہ ہی کہ جہانتک ہوسکے اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھی جاوی جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہوں "غیر مناقضین لھا" مگر ہم اس اخیر فقرہ پر چند لفظ اضافہ کرتے ہیں کہ غیر مناقضین لھا فی زعمھم لا فی زعم غیرھم مناقضت کے معنی

امام صاحب نے تکذیب رسول کے بتلائی ہیں خواہ وہ تکذیب کسی عذر کے سبب سے
ہو یا بغیر عذر کے اسی لئے ہمنے یہ قید بڑھائی کہ وہ سمجھتے ہوں کہ اِس میں تکذیب رسول ہوتی ہے
اور اگر اونکا یہ یقین ہو کہ اوسمیں تکذیب رسول نہیں۔ ہے تو اونکی تکفیر نہیں ہو سکتی +

قانون تکفیر امام صاحب یہ بتلاتے ہیں کہ جن باتوں میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہو وہ
دو قسم ہیں۔ ایک تو اصول عقاید سے متعلق ہیں۔ اور دوسری فروع سے اور اصول ایمان کے
تین ہیں ایمان باللہ وبرسولہ وبالیوم الآخر اور اوس کے سوا سب فروع ہیں۔ امامت کے
معاملہ کو بھی اونہوں نے فروع میں داخل کیا ہے اور لکھا ہی کہ اوس کا انکار کوئی چیز نہیں ہے
ابن کیسان اصل وجوب امامت کے منکر تھے اون کی تکفیر نہیں ہو سکتی اور وہ لوگ بھی
جو امامت کو جزو ایمان قرار دیتے ہیں التفات کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن اگر فروعات ہی
میں کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے تکذیب رسول لازم آتی ہو تو تکفیر لازم ہے۔ اسکی
دو مثالیں اونہوں نے دی ہیں۔ پہلی مثال یہ ہی کہ اگر کوئی شخص کہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ میں ہے
وہ وہ کعبہ نہیں ہی جسکے حج کا خدا نے حکم دیا ہی تو یہ کہنا کفر ہی کیونکہ بتواتر رسول خدا صلعم سے
اوس کے قول کے برخلاف ثابت ہوا ہے اور اگر وہ اوسپر رسول کی شہادت ہونیسے انکار
کرے تو اوس کا انکار کچھ مفید نہیں ہے بشرطیکہ وہ نومسلم نہو اور اوس کے نزدیک اسکی ثبوت پر تواتر نہو اہو
دوسری مثال اونہوں نے حضرت عایشہ پر بہتان کی دی ہے جو باوجودیکہ اوس بہتان کے
غلط ہونے پر قرآن نازل ہو چکا ہی تو ایسا شخص بھی کافر ہے کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ تکذیب اور
انکار تواتر اونکو لازم ہے۔ اور جو چیز کہ تواتر سے ثابت ہوتی ہے اوس سے انسان زبان سے
تو انکار کرتا ہے مگر اوس کا یقین دلسے دور نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ بات ہے کہ جو چیز خبر احاد سے ثابت
ہوئی ہے اوس کے انکار سے تکفیر لازم نہیں ہے۔ اور جو چیز کہ اجماع سے ثابت ہوئی ہے

اوس کے انکار سے تکفیر کرنہیں تامل ہے کیونکہ یہ مسئلہ کہ اجماع حجتہ ہے مختلف فیہ ہے *

جس زمانہ میں کہ امام غزالی صاحب تھے اوس زمانہ کے اور اوسکے بعد کے زمانہ کے لوگوں پر یہ آفت چھائی تھی کہ لوگوں کے اقوال پر کفر کے فتوے دیتے تھے اور اونکے اقوال کا مطلب خود قرار دے لیتے تھے جو درحقیقت اوس قولکے قایل کا وہ مطلب نہیں ہوتا تھا۔ یہی آفت ہمارے زمانہ کے لوگوں پر بھی ہے اسی آفت کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت امام محی الدین ابن العربی حضرت شیخ احمد سرہندی اور اور بزرگ مسلمانوں کے اور خود امام غزالی کی تکفیر کے فتوے دے ہیں۔ اوسی تقلید میں امام غزالی بھی پھنسے ہوئے ہیں اور لوگوں کے اقوال کے الفاظ لیکر اور اونکا مطلب خود قرار دیکر تکفیر کو لازم قرار دیتے ہیں۔ کسی شخص کے قول پر گو ظاہر میں وہ کیسا ہی صریح ہو جبتک کہ خود قایل سے نہ پوچھا جاوے کہ اس قول سے تیرا مطلب کیا ہے ایا تو تکذیب رسول کرتا ہے یا اوسوقت تک اوس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ یہی مثالیں جو امام صاحب نے فرمائی ہیں اور جن کی نسبت اونہوں نے یقین کرلیا ہے کہ تکذیب شہادت رسول اور قرآن ہے اسی میں اونہوں نے کسقدر غلطی کی ہے۔ اب فرض کرو کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ میں ہے وہ کعبہ نہیں ہے جسکے حج کا قرآن میں حکم ہے۔ وہ طلب کیا گیا اور اوس سے پوچھا گیا کہ اس قول سے تیرا مطلب کیا ہے اوس نے جواب دیا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو خانہ کعبہ آنحضرت صلعم کے وقت میں تہا وہ نہیں رہا عبداللہ ابن زبیر کیوقت میں جلگیا پہر جب ابن زبیر نے بنایا اوسکو حجاج نے ڈھا دیا اب یہ خانہ کعبہ وہ نہیں ہے۔ پس اگر وہ اپنے قول کا یہ مطلب بیان کرے تو اوس کے قول سے انکار شہادت رسول جسپر بنائے تکفیر امام صاحب نے قایم کی ہے لازم نہیں آتی پھر کسطرح مجرد قول پر امام صاحب تکفیر کو لازم ٹھیراتے ہیں۔ دوسری مثال میں اگر وہ مجرم یہ بیان کرے کہ آیات قرآنی حضرت عایشہ صدیقہ کے حق میں نازل نہیں ہوئیں گو کہ وہ اوس میں غلطی

پر ہو مگر اوس پر الزام انکار قرآن کیونکر لازم آتا ہے +

ایک مجلس علماء میں جناب مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم کی تکفیر کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی،
ایک صاحب نے اونکی کتاب تقویۃ الایمان کے چند مقام پڑھے اور فرمایا کہ اس سے تحقیر و اہانت رسول
لازم آتی ہے، میں نے عرض کیا کہ لازم آتی ہے یا اونہوں نے کی ہے، مولانا نے فرمایا جبکہ الفاظ اہانت
دال ہیں تو قایل نے اہانت کی ہے اونکی مدلولات سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نے عرض کیا
کہ وجہ تو یہی کہ قایل ان الفاظ کا محمد رسول اللہ کا قایل ہے جسکی تصدیق تحقیر و اہانت کی منافی ہے،
پس قایل نے تو یقینی تحقیر و اہانت نہیں کی مگر آپ اوس سے لازم گردانتے ہیں "وھذا فعلکم
لیس فعل القایل" جو شخص کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق کرتا ہے اور اوس کے کسی قول سے انکار
شہادت رسول یا انکار قرآن یا تکذیب رسول قرار دینا نہایت جہالت و محض نادانی ہے
اسکے بعد امام صاحب اون تین اصولوں کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس میں فی نفسہ
تاویل نہیں ہوسکتی اور جو متواتر منقول ہے اور اوس کے خلاف پر برہان کا قایم ہونا متصور نہیں ہے اوسکی
مخالفت محض تکذیب ہے جسکی مثال ہم نے حشر اجساد و جنت و نار و علم جزئیات باری کی دی ہے +
مگر یہ فیصلہ امام صاحب کا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ فی نفسہ تاویل کا نہو سکنا اور متواتر منقول ماننا
اور اوس کے برخلاف برہان کا قایم نہو سکنا اختلاف رائے پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ امام صاحب کے
نزدیک کوئی امر ایسا ہو جسمیں فی نفسہ تاویل نہ ہوسکتی ہو دوسرے کے نزدیک ایسا نہو، اون کے نزدیک
ایک امر متواتر نقل ثابت ہو دوسرے کے نزدیک نہو۔ اون کے نزدیک ایک امر کے برخلاف برہان کا
قایم ہونا متصور نہو دوسرے کے نزدیک ہو پس کسطرح ایک فریق دوسرے فریق کی تکفیر کر سکتا ہے +
اس کے بعد امام صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ جس میں تاویل کا احتمال ہے گو کہ مجاز بعید سے ہو تو
اوس کی برہان پر نظر ڈالنی چاہئے اگر وہ برہان قاطع ہو تو اوس کو ماننا چاہئے دیہاں بھی نہیں فرمایا

کہ کسکے نزدیک ہے لیکن اگر عوام میں بیان کرنے سے اون کی کم فہمی کے سبب ضرر کا احتمال ہو تو
اوسکا بیان کرنا بدعت ہے لیکن اگر عوام ہی کے دلمیں وہ شبہات ہوں تو کیا کرنا چاہئے اور اگر
برہان قاطع نہو اور دین میں ضرر نہو جیسیکہ معتزلی کا خدا کے دیدار سے انکار کرنا تو وہ بدعت ہے
اور کفر نہیں ہے اور اگر اوس میں ضرر ہو تو وہ اجتہاد کی محتاج ہے ممکن ہے کہ تکفیر کیجاوے اور
ممکن ہے کہ نہ کیجاوے اور اسی قسم سے اون صوفیہ کا حال ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اون
میں اور خدا میں ایسا درجہ تقرب پہنچ گیا ہے کہ نماز کا حکم اون پر سے ساقط ہو گیا ہے اور مسکرات اور
گناہ کی باتیں اور بادشاہ کا مال مارلینا اون کو حلال ہو گیا ہے تو کچھ شک نہیں ہے کہ ایسا شخص قتل
کر ڈالا جاوے اگرچہ اوسکی نسبت خلود فی النار کے فتوے دینے میں تامل ہے ایسے شخص کا مارنا سو کافر کے
قتل سے بہتر ہے کیونکہ ایسے شخص سے بہ نسبت کافر کے ضرر فی الدین زیادہ ہے +

اس مقام پر تو امام صاحب نے اپنی تمام فضیلت اور امامت کو ڈبو دیا اور محض جاہلوں اور متعصبوں کیسی
باتیں لکھی ہیں۔ خدا نے تو قتل انسان کی صرف قصاص میں یا مقاتلہ کی لڑائی میں اجازت دی ہے امام
صاحب نے کہاں سے اون کے قتل کا حکم نکال لیا ہے ممکن ہے کہ ایسے صوفی کا جسکا ذکر امام صاحب نے کیا ہے
(اگر کوئی ہو) تو مجنوں و مرفوع القلم تصور کیا جاوے یا پاگلخانہ میں بھیجدیا جاوے قتل چہ معنی دارد۔

اس کے بعد امام صاحب ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں اور گویا ہمارے شبہات کا جو ہم نے اوپر
بیان کئے ہیں جواب ہے اور ہم نہایت دل سے اوس پر متوجہ ہوتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ کوئی
شخص نص متواتر سے مخالفت کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ میں تاویل کرتا ہوں لیکن جو تاویل وہ کرتا ہے وہ
زبان عرب میں نہیں ہے نہ بطور تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کے اور ایسی تاویل کفر ہے اگرچہ تاویل
کرنیوالا سمجھے کہ میں تاویل کرتا ہوں اور اوس کی مثال صوفیہ باطنیہ کا یہ کلام ہے کہ اللہ واحد ہے اس
معنی کر کہ وحدۃ کو دیتا ہے اور پیدا کرتا ہے اور عالم ہے اس معنی کر کہ علم کو دیتا ہے اور دوسرے میں

پیدا کرتا ہی اور موجود ہے اس معنی کر کہ اوس کے سوا بھی موجود ہیں اور یہ معنی کہ فی نفسہ واحد اور موجود اور عالم کے اوصاف سے موصوف ہی نہیں ہیں اور یہ صریح کفر ہے کیونکہ لغت و کلام عرب میں ان لفظوں سے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے پس حقیقت میں یہ تکذیب ہی نہ تاویل +

ہم کو اس بات سے اس مقام پر بحث نہیں ہی کہ یہ تاویل موفیہ کی صحیح ہے یا نہیں بلکہ امام صاحب نے جو فتویٰ کفر دیا ہی اوس سے بحث ہی۔ کفر کے فتوے کی بنیاد اونہوں نے صرف اس بات پر رکھی ہی کہ لغت و کلام عرب میں ان لفظوں کے یہ معنی نہیں ہو سکتے مگر وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ جو لغات عرب بطور نقل ہم تک پہنچے ہیں وہ خود ظنی ہیں اور فرا و سیبویہ وغیرہ کی نقل سے پہنچے ہیں جسکی بحث مستوعب قاضی ابوالولید سے ہمنے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے پس ایسے امور ظنی پر تکفیر ایسے شخص کی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہی کیونکر کیجا سکتی ہے بلاشبہ کہا جا سکتا ہی کہ اوسکا قول غلط ہی جو تاویل وہ کرتا ہے اوس کے مساعد لغت عرب پایا نہیں گیا مگر تکفیر کا حکم کیونکر ہو سکتا ہی +

اسکے بعد امام صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ تکفیر کرنیمیں چند باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ اول یہ کہ جس نص شرعی کے ظاہری معنی چھوڑے گئے ہیں اوسمیں تاویل ہو سکتی ہی یا نہیں (کس کے نزدیک امام صاحب کے یا تاویل کرنیوالیکے) اور اگر تاویل ہو سکتی ہے تو وہ تاویل قریب ہی یا بعید اس بات کا جاننا کہ کس میں تاویل ہو سکتی ہے اور کس میں نہیں ہو سکتی آسان نہیں ہی۔ اوس میں بجز اوس کے جو لغت عرب اور اصول لغت کا ماہر ہو اور عرب کے استعارات اور مجازات کے استعمال کو اور مثالوں کے طریقوں کو جانتا ہو اور کسیکو نہ پڑھنا چاہئے +

دوسرے یہ کہ۔ جو نص کہ چھوڑی گئی ہے وہ تواتر سے ثابت تھی یا احاد سے یا اجماع مجرّد سے اور اگر تواتر سے ثابت تھی تو شروط تواتر اوس میں تھیں یا نہیں اور تواتر وہ ہے جس میں شک کرنا ممکن نہ ہو جیسیکہ انبیاء کا ہونا اور مشہور شہروں کا ہونا۔

مگر تواتر کے جو معنی بیان کئے جاتے ہیں اور جو مثالیں دی جاتی ہیں اون میں کسی قدر تسامح ہوتا ہی' امام صاحب نے بھی اوس تسامح کو رفع نہیں کیا۔ تواتر دو قسم پر منقسم ہو سکتا ہے ایک تواتر عام اور ایک تواتر خاص۔ تواتر عام وہ ہے کہ اوس کا متواتر ہونا کسی فرقہ یا قوم یا مذہب پر منحصر نہو' جیسے وجود بلاد مشہورہ کا یا کسی شخص کا بحیثیت اوس کے ہونیکے اور تواتر خاص وہ ہے جو کسی فرقہ خاص سے متعلق ہو جیسے کسی شخص کا نبی ہونا یا قرآن کا قرآن ہونا۔ پس جو لوگ کہ تواتر سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ نہیں کر سکتے کہ اپنے فرقہ کی تواتر کو تواتر تسلیم کریں اور دوسرے فرقہ میں جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہے اوس سے انکار کریں' پس تواتر خاص فرقہ' خاص کیلئے دلیل ہو سکتی ہے نہ عام کے لئے'

پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ اجماع کو جاننا سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اوس کی شرط یہ ہی کہ اہل حل وعقد (جنکے معنی امام صاحب نے کچھہ نہیں بتائے) ایک جگہ جمع ہو کر ایک بات پر صریح الفاظ سے اتفاق کریں اور پھر اوسی پر قایم رہیں اور تمام اقطار ارض سے اوسی پر الفاظ صریح میں فتوے ہو جاویں اس درجہ تک کہ اوسکے بعد اوس سے اختلاف ممتنع ہو جاوے اسکے بعد یہ دیکھنا ہی کہ جو شخص ان تمام باتوں کے بعد اوس سے اختلاف کرے تو اوس کی تکفیر کیجاوے یا نہیں ؛

اگرچہ ایسے اجماع کا ثبوت جسکا ذکر امام صاحب نے کیا ہے نہایت مشکل قریب ناممکن کے ہی' لیکن اس درجہ کا اجماع بھی جبکہ اجماع اوّل کے بعد اجماع ثانی بر خلاف اوسکے ناجائز نہیں ہو سکتا' تو درحقیقت اجماع فی نفسہ کوئی حجت نہیں ہے اور نہ اوس سے کوئی مسئلہ شرعی قایم یا پیدا ہو سکتا ہے۔

اجماع مجموعہ آرا کا نام ہے اور جبکہ اوس کی افراد میں غلطی ہونے کا احتمال ہے

تو اوس کا مجموعہ احتمال غلطی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ اجماع اوّل کے برخلاف اجماع ثانی ہو سکتا ہے تو اوّل اختلاف کرنیوالا کوئی ایک فرد ہو گا اور اس فرد واحد کو اختلاف کرنا جائز ہو جاتا ہے' اور اجماع کا حجت ہونا قایم نہیں رہ سکتا' فافہم +

تیسری بات امام صاحب لکھتے ہیں کہ اوس تاویل کرنیوالیکی نسبت دیکھنا چاہئے کہ اوسکے نزدیک بھی اوس امر میں تواتر ہے یا اوسکو تواتر کا ہونا معلوم ہوا ہی یا نہیں' اگر نہیں تو اجماع کی مخالفت کرنیوالا جاہل و خاطی ہی نہ تکذیب کرنیوالا' پس اوسکی تکفیر نہیں ہو سکتی۔

چوتھی بات یہ ہی کہ اوس برہان پر غور کیجاوے جسکے سبب سے وہ ظاہری معنوں کی تاویل کرنی چاہتا ہی' اگر برہان قاطع ہو (اسکا فیصلہ کون کرے؟) تو تاویل کی اجازت دی جاوے اگرچہ تاویل بعید ہی کیوں نہ ہو' اور اگر قاطع نہ ہو تو بجز تاویل قریب کے اجازت نہ دی جاوے۔

پانچویں یہ بات ہی کہ اوسکی بات پر غور کیجاوے' اگر وہ ایسی بات کہتا ہو کہ جس سے ضرر عظیم دین میں نہ ہوتا ہو بلکہ محض لغو وصریح البطلان ہو تو بھی تکفیر نہ کیجاوے +

یہ تمام امور جو امام صاحب نے بیان کئے ہیں بودی بودی باتوں پر مبنی ہیں' تکفیر کرنی یا نکرنی اس لایق نہیں ہے جسکی بنیاد ایسی باتوں پر مبنی ہو' بلکہ اوس کی بنیاد نہایت صریح اور مستحکم امور پر ہونی لازم ہے' اور وہ امر یا بالتصریح اقرار وحدانیت و تصدیق رسالت ہے یا انکار۔

اس کے بعد امام صاحب نے لکھا ہے کہ متکلمین کا یہ کہنا کہ جو لوگ عقاید شرعیہ کو معہ دلایل کے نہیں جانتے وہ کافر ہیں اون کا یہ کہنا محض غلط ہی' بلکہ جو لوگ اس قسم کی دلیلوں اور بحثوں کو نہیں جانتے اون کا ایمان اور یقین زیادہ مستحکم ہوتا ہے ہاں اس قدر صحیح ہے کہ دلایل مذہب پر اوس شخص کو جو ایمان پر مستحکم ہے اور وہ کا شبہ مٹانا

اور لوگوں کو گمراہی سے بچانا چاہتا ہے غور کرنا فرض کفایہ ہے اور خود شک کو شبہ مٹا لینا فرض عین ہے، جبکہ بغیر دلیل کے اور کسی طرح اوس کا شبہہ دل سے نہ مٹ سکے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے اور تمام اُمت محمدیہ کو شامل ہوگی بلکہ اکثر امم سابقہ بھی انشاءاللہ تعالیٰ رحمت سے محروم نہ رہیں گی گو کہ ایک لحظہ یا ایک ساعت یا کسی قدر مدت کے لئے آگ میں ڈالی جاویں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر روم کے عیسائی اور ترک جو ملک روم اور ترک کی انتہا پر رہتے ہیں، اور اون تک آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام نہیں پہونچی، وہ بھی انشاءاللہ تعالیٰ رحمت خدا میں شامل ہونگے وہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنھوں نے محمد صلعم کا نام تک نہیں سنا وہ تو معذور ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم کا نام اور آنحضرت کی تعریف اور آنحضرت کے معجزات کا حال سنا ہے اور بلاد اسلام کے قریب رہتے ہیں اور مسلمانوں سے ملتے ہیں وہ کافر ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو ان دونوں درجوں کے بیچ میں ہیں، اونھوں نے آنحضرت صلعم کا نام تو سنا ہے مگر آنحضرت کے اوصاف نہیں سنے بلکہ بچپن سے یہی سنا ہے کہ ایک جھوٹا مکار شخص جسکا نام + تھا پیدا ہوا تھا اور اوس نے دعوئے نبوت کیا تھا۔ جس طرح کہ ہمارے بچے ابن مقنع کا نام سنتے ہیں کہ اوس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ تو یہ لوگ قسم اوّل میں (امام صاحب کے نزدیک) داخل ہیں (یعنی معذور ہیں)

اس کے بعد امام صاحب اس فرقہ کا ذکر کرتے ہیں جو مخلد فی النار ہوگا اور کہتے ہیں کہ اس امت سے تو وہی ایک فرقہ مخلد فی النار ہوگا جس نے تکذیب رسول کی ہے یا رسول اللہ

+ امام صاحب نے تو صاف کذابا ملبسا کے بعد آنحضرت کا نام لکھدیا ہے مگر ہم نے ادباً نام نہیں لکھا۔

کو مصلحت جھوٹ بات کہنی جائز قرار دی ہے اور باقی لوگوں میں سے جو مختلف اقوام و مذاہب کے ہیں اوس فرقہ کو مخلد فی النار تجویز کیا ہے جس نے آنحضرت صلعم کا نبی مبعوث ہونا اور آپ کے اوصاف اور معجزات اور خارق عادات مثل معجزہ شق قمر اور سنگریزوں کے سبحان اللہ پڑھنے کے اور حضرت کی انگلیوں سے پانی بہ نکلنے کے اور قرآن کے معجزہ کی جسکی مانند اہل فصاحت کہنے سے عاجز ہو گئے تبواتر سنا ہے اور اوس پر متوجہ نہیں ہوا تو وہ فرقہ کافر مخلد فی النار ہے مگر فرماتے ہیں کہ اوس میں اکثر اہل روم اور ترک جو بلاد اسلام سے نہایت دور رہتے ہیں داخل نہیں ہیں اور جو شخص ان باتوں کو سنکر تحقیق و دریافت میں بخوبی متوجہ ہوا اور قبل تمام ہونے تحقیق کے مرگیا تو وہ بھی مغفور اور رحمت اللہ علیہ میں داخل ہے ۔

اس مقام پر امام صاحب نے نہایت ملا پن برتا ہے اور عام ملانوں کی سی باتیں کی ہیں جن کو دوزخی بنایا ہے اون میں بھی غلطی کی ہے اور جن کو بہشتی قرار دیا ہے اون میں بھی غلطی کی ہے ۔ جن معجزات کا اونہوں نے ذکر کیا ہے اوّل تو اون کا خود اہل اسلام میں بتواتر ثابت ہونا ثابت کیا ہوتا ۔ پھر دوسرے مذہب والے کے نزدیک اون کے بتواتر ثابت ہونیکے طریقہ کو بتایا ہوتا ۔ پھر معجزہ فصاحت قرآن مجید کو اون اقوام پر جن کی اصلی زبان عربی نہیں ہے حجت ہونا ثابت کیا ہوتا تب شاید ایک حصہ اونکی دلیل کا صحیح ہو سکتا تھا ۔ اہل روم و ترک کے فرقہ اوّل و سوئم کو جس دلیل سے بہشت میں داخل کیا ہے اُسکی کوئی وجہ ثبوت دی ہوتی تاکہ معلوم ہوتا کہ کس کنجی سے اون کیلئے بہشت کے دروازہ کا قفل کھولا ہے ہم اون کی اس تمام تقریر کو بودا اور محض نکما سمجھتے ہیں ۔

ہمارے نزدیک خدا نے تمام جن و انس کو یعنی تمام انسانوں کو وحشی ہوں یا شہری

جاہل ہوں یا عالم مہذب ہوں یا نامہذب لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے کو مکلف کیا ہی اور
خلود فی النار صرف شرک حقیقی پر منحصر کیا ہے، اور اوس کا سبب یعنی وجہ مکلف ہونے کی
ہر ایک انسان میں ازروے فطرت کے ودیعت کی ہے جسکو ہم عقل سے تعبیر کرتے ہیں
اور ہمارے پرانے متقنن نے شجرۃ العلم سے اوس کو تعبیر کیا ہی، مگر یہ ودیعت ہر ایک کو مساوی
ودیعت نہیں ہوئی اور اسی لئے ہر ایک کیلئے مکلف ہونیکے درجات بھی مختلف ہیں ایک
گروہ وہ ہی جس کے پاس یہ ودیعت اِس قدر قلیل ہے یا قلیل ہوجاتی ہے جو مکلف ہونے
سے بری اور مرفوع القلم ہونے میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اور اِن کے سوا وہ ہیں جو مقدار
اوس ودیعت کے مکلف ہونیکے درجات میں داخل رہتی ہیں ﴿

تمام انسانوں کے حالات پر غور کرنے سے جو ابتک معلوم ہوئے ہیں ایسا ثابت ہوتا ہی
کہ اِن سب میں خدا نے ایک قوت رکھی ہے جو اپنی فطرت سے اور اون چیزون کے
اثر سے جو اون کے گرد پیش ہیں اور اون واقعات سے جو اون پر گذرتے ہیں ایک قوی
اور سب سے برتر وجود کے وجود کا خیال اون کے دل میں پیدا ہوتا ہے، اور اپنی بھلائی
و بُرائی اوس کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں ﴿

اِس لامعلوم وجود کے قرار دینے میں بھی درجات انسانوں کے ازروے فطرت کے
مختلف ہوتے ہیں، ایک گروہ ایسا ہوتا ہے کہ اوس لامعلوم وجود کے خیال کے سوا اور
کچھ اون کی سمجھ میں نہیں آتا، اور اِس لئے وہ کسی اپنے سے اعلیٰ شخص کی بغیر اپنے اجتہاد
و سمجھ کی متابعت کرتے ہیں، اور وہ ایسا کرنیمیں مجبور ہیں کیونکہ اون کی سمجھ اوس لامعلوم
وجود کے اپنی فہم و فراست اور اجتہاد سے قرار دینے یا مختلف رائے کے اشخاص کی
راہوں میں تمیز کرنے سے فطرتاً معذور ہی اور اینده کی نسلیں جنکی خلقت فطرتاً اسی حد تک

کی ہے اوسی طریقہ میں اپنی زندگی بسر کرتی جاتی ہیں جس میں اونھوں نے اپنی پیشیوں کو پایا تہا' میں کچہ شک نہیں کرتا کہ خدا کی رحمت انشاء اللہ تعالیٰ اونکے حال پر ضرور شامل ہو گی اور جسقدر کہ فطرت نے اونکو دیا ہے اوس سے زیادہ کا محصول اُنسے طلب نکیا جاویگا۔

ایک گروہ ایسا ہے جو خود اپنی فہم و فراست و اجتہاد سے اوس لامعلوم وجود پر پے نہیں لیجا سکتا' مگر اوس میں فطرتاً ایسا امر ودیعت ہوا ہے کہ وہ دوسرے کیے سمجہانے اور بتانے سے اوس لامعلوم وجود کی طرف پے لیجا سکتے ہیں اور مختلف رائے کے اشخاص کی رایوں کو جو اوس لامعلوم وجود کی نسبت ہوں تمیز کر سکتے ہیں' یہ قوت اکثر خارجی اسباب جیسے کسی فرقہ میں پیدا ہونے اور اونہی میں پرورش پانے اور بچپن سے اونہی خیالات کے سچ سمجہنے یا باہمی معاشرت کے اثر یا اشخاص خاص کے اعتقاد و غلو سے دبجاتی ہے مگر معدوم نہیں ہوتی۔ یہ فرقہ بلاشبہ ایسا ہے کہ اگر اونمیں کوئی ایسا شخص جو اوس لامعلوم وجود کو بتادے پیدا نہوا ہو اور نہ کسی نے اون کو اوس لامعلوم ہستی کو بتایا ہو تو میں کچہ شبہ نہیں کرتا کہ خدا کی رحمت انشاء اللہ تعالیٰ اون کے حال پر بہی شامل ہو گی ؛

مگر یہ بات تسلیم نہیں کیجا سکتی کہ ایسے لوگوں میں کوئی شخص' اوس لامعلوم وجود کا بتانیوالا پیدا نہوا ہو یا کسی نے نہ بتایا ہو' اگر خدا نے اونکو ایمان باللہ پر مکلف کیا ہے اور فطرت ایسی دی ہے کہ بغیر کسی کے سمجہانے وہ اوسپر ایمان نہیں لا سکتے تو ضرور ہے کہ اون میں کوئی اوس بات کا سمجہانیوالا بھی ہوا ہو اور مناسب اوقات میں اوس سمجہانے والے کی تعلیم کو یاد دلانیوالے بہی ہوتے رہے ہوں۔ اس کا ثبوت مذہبی و تاریخی تحقیقات سے پایا جاتا ہے' خدا نے فرمایا ہے کہ" لکل قوم ھاد" اور تاریخی تحقیقات سے ثابت ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رفارمر یا پیغمبر گذرا ہے جسکی تعلیم کی بنیاد وحدانیت ذات باری پر قایم

ہوئی ہے گوکہ بعد کو لوگوں نے اوس ذات واحد کے ماسوا کی پرستش اختیار کی ہو اور
کسی دوسری شے میں الوہیت کا یقین کیا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی میں سے ہے تو
ایسے فرقے کو میں خدا کی رحمت میں باوجودیکہ اوس کے بے انتہا وسیع ہونیکا مجھے
یقین ہے داخل نہیں کرسکتا ۔

اِن ہی لوگوں میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنکی قوت مدرکہ بچپن سے اور ابتدائے عمر
سے ایسی تعلیم و تربیت کے بوجھ میں دب گئی ہے یا معاشرت کی بندشوں میں بندھ گئی ہے
جو ایمان باللہ اور اوس کی توحید فی الذات وفی الصفات وفی العبادت کے منافی ہے اور
اوس کے سبب سے اون کے دلمیں اوس لامعلوم وجود کے بتانیوالے کی یا اوس کے
یاد دلانیوالے کی بات نہیں سماتی یا سماتی ہے پر مانی نہیں جاتی ۔ یا لاعلمی و ناسمجھی کے سہارے
اوسکے سمجھنے کی اور جو سمجھے ہیں اوس کے بوجھنے کی اور جو کرتے ہیں اوس کے کئے جانیکی معذرت
کیجاتی ہے بلاشبہہ وہ قوت اون اسباب سے ضعیف ہوگئی ہے پر معدوم نہیں ہوئی اور
اون میں فطرت نے ایک ایسی قوت دی ہے جو اوس بوجھ کو اوٹھا سکتی ہے اور اون
بندشوں کو توڑ سکتی ہے اور اوس قوت مدرکہ کو اوس لامعلوم وجود بتانیوالے یا اوس کی
یاد دلانیوالے کی بات کے سمجھنے کے لایق کرسکتی ہے ۔ پس اس فرقہ کو بھی میں خدا کی
رحمت میں باوجود اوس کے بے انتہا وسیع ہونیکے جگہ نہیں دیسکتا ۔ شاید خدا کی رحمت اس سے
بھی وسیع ہو اور اون کو جگہ نہ دینا صرف میری ہی کم ظرفی ہو ۔

ایک گروہ گو اوس کی تعداد کتنی ہی قلیل ہو ایسا ہوتا ہے کہ خود اپنے فہم و فراست اور
اجتہاد سے اوس لامعلوم وجود پر پے لیجا سکتا ہے اور کوئی منزل مقصود تک پہنچتا ہی کوئی
رستہ میں رہ جاتا ہے اور کوئی رستہ بھول جاتا ہے ۔ مگر ان پچھلے دونوں فرقوں میں

وہ امر جس سے وہ اوس اول فہرتے والے کی بات کو سمجھ سکیں اور اپنے خیالات سے اوسکا مقابلہ کریں ضرور موجود ہوتی ہے' پس ایسا نہ کرنے سے وہ خود اپنے تئیں خدا کی رحمت سے دور رکھنا اور اوس کی وسعت کو تنگ کرنا چاہتے ہیں' مگر پہلا فرقہ منجملہ خدا کی رحمت میں غریق ہونے والا ہے۔ اسی فرقہ کے اعلی درجہ کے لوگ وہ ہیں جنکو فہم و فراست و اجتہاد کے سوا ایک اور چیز عنایت ہوتی ہے جسکو جبرئیل امیں یا ملکہ نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں انبیا ہوئے ہیں ۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اون کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ کسبی ہے اور انبیاء کو وہبی' بغیر اوس فن کے حاصل کئے اوس فن میں کامل ہوتے ہیں' خود اون کے دل میں وہ بات پیدا ہوتی ہے جس کو وہ وحی و الہام قرار دیتے ہیں' کیونکہ بن جانے جانی جاتی ہے اور بن بلائے آتی ہے۔ یہ ایک فطرتی مناسبت ہے جو ہر ایک کام کے ساتھ انسانوں کو ہوسکتی ہے' جعفر زٹلی کو زٹل کے ساتھ' ایک شاعر کو شعر کے ساتھ' ایک نیچری کو نیچر کے ساتھ' مگر جس انسان کو یہ فطرتی مناسبت روحانی تربیت کے ساتھ ہوتی ہے اوسکو پیغمبر کہتے ہیں اور اوروں کو زٹلی اور شاعر اور نیچری' غرضکہ نبوت ایک فطری قوت ہے جو انبیا کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جسکی تصدیق اس قول سے ہوتی ہے کہ " انا نبی و اٰدم بین الماء و الطین ۔

ہمارے کلام کے اور امام صاحب کے کلام کے مقصد میں بجز طرز بیان کے اور ایک آدہ بات کے چنداں فرق نہیں ہے' صرف مابہ الافتراق یہ ہے کہ وہ مشرکین کو بھی جنکو نبی آخر الزمان صلعم کی خبر نہیں پہنچی یا بصحت نہیں پہنچی رحمت میں شامل کرتے ہیں اور جنکو پہنچی اور اونہوں نے تصدیق نہیں کی اونکو مخلد فی النار بتاتے ہیں' مگر ہم شرک سے کسی کی مغفرت خواہ اوس کو نبی آخر الزمان کی خبر پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو قرار نہیں دیتے

اور موحد غیر مصدق رسالت کو مخلد فی النار نہیں کہتے

اِس قسم کی تقریر پر جو ہم سنے کی امام صاحب نے ایک اعتراض کیا ہی کہ کفر و ایمان کی نسبت ایسی گفتگو کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ ماخذ تکفیر عقل ہے نہ شرع' اور جاہل باللہ کافر ہے اور عارف باللہ مومن - مگر خون کا مباح ہونا اور خلود فی النار حکم شرعی ہے' اور قبل شرع اوس کے حکم شرعی ہونیکے کوئی معنے نہیں ہیں - اور اگر یہ مطلب ہو کہ شارع کے کلام سے یہ مطلب نکلتا ہی کہ صرف جاہل باللہ کافر ہے - تو صرف اسی امر میں کفر کا حصر کرنا ممکن نہیں - کیونکہ جاہل بالرسول اور بالیوم الآخرۃ بھی کافر ہے - اور جاہل باللہ سے اگر صرف اوس کے وجود وحدانیت کا انکار قرار دیا جاوے اور صفات کو علیحدہ کر دیا جاوے تو بھی غلط ہے - اور اگر صفات میں بھی خطا کرنیوالیکو جاہل باللہ و کافر کہا جاوے تو صفت بقا و صفت قدم اور کلام کو وصف زاید علی العلم اور سمع و بصر اور جواز رویت وغیرہ صفات کے نہ ماننے والے کو بھی کافر کہا جاویگا ✤

مگر اس مقام پر بھی امام صاحب نے اسطرح پر جیسے کوئی کھسیانا شخص لاجواب ہو کر خلط مبحث کر دیتا ہے خلط مبحث کر دیا ہے - یہ بات کہ کفر حکم شرعی ہے یا عقلی نہایت لغو اعتراض ہے - یہ ایک جدا بحث ہے کہ شرع مظہر حقایق اشیا ہے یا موجد حقایق اشیاء اور اس امر کو کفر و ایمان سے کچھ تعلق نہیں ہے - قایل کا قول نہایت صاف ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء نے مدار ایمان یا مدار نجات خدا کے ماننے اور اوس کے ساتھ شریک نہ کرنے پر منحصر کیا ہے' پس جو شخص اوس پر ایمان رکھتا ہے وہ مومن ہے' رسول کا انکار کفر شرعی ہے' کفر مطلق نہیں' اوس کے شریک نہ کرنیکا بھی سیدھا وصاف مطلب ہے کہ اوس کی مانند کوئی دوسرا وجود نہیں ہے' نہ ذات میں نہ صفت میں

نہ استحقاق عبادت میں' اور اِس اعتقاد سے یہ بحثیں کہ وہ ذات و صفات کیسی ہیں' اور صفت بقا و قدم وغیرہ عین ذات ہیں یا ذات میں قایم ہیں' اور اوسکی صفت کلام و سمع و بصر و رویت وغیرہ کی کیا حقیقت ہے' کچھہ متعلق نہیں ہیں وہ ایک زائد و فضول مباحث ہیں اون کا بیان یا اون کی تاویل کسی طرح اور کسی معنی پر معہ اوس یقین کے کیجاوے نہ مخل ایمان ہے' اور نہ کوئی بیان اور کوئی تاویل باعث' کفر' اونکے بیان و تاویل میں جو اختلاف واقع ہوا اوسکا نتیجہ صرف یہی ہے کہ باہم علماء ایک دوسرے کی تکفیر کیا کریں' مگر خدا اون میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا' وھذا آخر کلامی وعلی اللہ اعتمادی۔

معرفت ذات اللہ

الامام الغزالی

وقوله فی معرفت ذات اللہ تعالیٰ کما صرّح بہ فی کتابہ المسمی بالمظنون بہ علی اھلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ ہے اور اوسکا ہونا کسی دوسری چیز سے اسطرح پر کہ اگر وہ ہو تو یہ بھی ہو اور اگر وہ نہ ہو تو یہ بھی نہ ہو یا تعلق رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔ اگر ایسا تعلق رکھتا ہے تو اوسکو امام صاحب ممکن کہتے ہیں اور اگر ایسا تعلق نہیں رکھتا تو اوس کو امام صاحب واجب بذاتہ کہتے ہیں۔ پھر اون کا قول ہے کہ واجب میں بارہ چیزیں ہونی ضرور ہیں +

(۱) وہ عرض نہ ہو یعنی اوس کا ہونا دوسرے کے ہونے پر موقوف نہ ہو +

(۲) وہ جسم نہو۔ کیونکہ اگر جسم ہوگا تو بہت سے جزوں سے ملکر ہوگا اور اوس کا ہونا اوس کے جزوں سے ایسا تعلق رکھتا ہوگا کہ اگر جزو ہوں تو وہ بھی ہو اور اگر جزو نہ ہوں تو وہ بھی نہ ہو +

(۳) وہ کوئی صورت یعنی شکل بھی نہ رکھتا ہو کیونکہ شکل کو ہیولیٰ سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو شکل بھی نہ ہوگی اور وہ ہیولیٰ کی مانند بھی نہ ہوگا کیونکہ ہیولیٰ صورت یعنی شکل کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر صورت نہ ہو تو ہیولیٰ بھی موجود نہیں ہوتا +

امام صاحب کے مذکورۂ بالا کلام میں ہیولیٰ اور صورت کا لفظ آیا ہے فلسفہ کی کتابوں میں ہیولیٰ اور صورت کی بحث کو اسقدر بڑھا دیا ہے کہ اونکے پڑھنے اور سمجھنے سے جی اوکتا جاتا ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر طور پر اوسکو یہاں بیان کردیں +

جسم دو چیزوں سے مرکب ہے ایک مادہ سے دوسرے صورت سے ۔ صورت مادہ کے اتّصال یعنی اکٹھا ہو جانے سے بنجاتی ہے جس کو صورت طبعی کہتے ہیں اور جب اوس اکٹھا ہوئے مادہ کے ٹکڑے کردو جسکو فلاسفہ انفصال کہتے ہیں یا اور طرح پر توڑ مروڑ دو تو دوسری صورت پیدا ہوجاتی ہے ۔ پس اوسی مادہ کا نام ہیولیٰ ہے اور اوسکی اتّصال کا نام صورت ہے اور چونکہ اتصال یا انفصال کا محل وہی مادہ ہے پس مادہ بغیر صورت کے نہیں ہوتا اور صورت بغیر مادہ کے نہیں ہوتی +

(۴) وہ ایسا بھی نہ ہو کہ اوس کا وجود اوس کی ماہیت سے مغائر ہو بلکہ اوس کا وجود ہی اوس کی ماہیت اور اوس کی ماہیت ہی اوس کا وجود ہو +

امام صاحب کے اِس کلام کی تشریح یہ ہے کہ علم فلسفہ میں یہ بات ٹھہر گئی ہے کہ جسقدر ممکنات یعنی مخلوق یعنی پیدا کی گئی ہیں اونکا وجود جس کا نام فلاسفہ انیتہ رکھتی ہیں جدا چیز ہے اور اونکی ماہیت جدا چیز ہے ۔ مگر واجب الوجود میں ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ اوسکی انیتہ اور ماہیتہ دونو کا متحد ہونا لازم ہے ۔

(۵) اوس کا تعلق کسی دوسری چیز کے ساتھ اِس طرح پر نہ ہو کہ ویسا ہی تعلق اوس چیز کو بھی اوس کے ساتھ ہو +

واضح ہو کہ یہ مسئلہ جو امام صاحب نے بیان کیا ہے بہت صاف ہے مگر چند لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کو اپنی مخلوق کے ساتھ اور مخلوق کو خدا کے ساتھ ایک تعلق تو ہے مگر جس طرح کا تعلق خدا کو مخلوق کے ساتھ ہے اوس طرح کا تعلق مخلوق کو خدا کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ خدا کو تو تعلق خالق ہونیکا یا یوں کہ علت ہونیکا ہے اور مخلوق کو تعلق مخلوق ہونے یا یوں کہو کہ معلول

ہونے کا ہے بس دونوں کا تعلق ایک طرح کا نہیں ہے +

(۶) اوس کا تعلق کسی دوسرے کے ساتھ نسبتی تعلق نہ ہو جسکو فلاسفہ کی اصطلاح میں "تضایف" کہتے ہیں۔ جیسیکہ دو بھائیوں میں نسبت ہوتی ہے کہ ایک کا بھائی نا دوسرے پر اور دوسرے کا بھائی ہونا اوس پر منحصر ہوتا ہے +

(۷) دو ایسے وجودوں کا ہونا جو دونو واجب الوجود ہوں اور ہر ایک جدا جدا فی نفسہ مستقل ہو اور ایک کو دوسرے سے کچھ علاقہ نہ ہونا جائز یعنی محال ہے ۔ ولا شك ان الله واحد احد صمد لا شریك له ولا ند

(۸) کوئی صفت واجب الوجود کی ذات پر زائد نہیں ہے یعنی اوس صفت سے اوس کی ذات پر کچھہ زیادتی نہیں ہوتی +

امام صاحب کا یہ قول اس مسئلہ میں مشتبہ ہے کہ آیا وہ ذات وصفات باری کی عینیت کے قایل ہیں یا نہیں کیونکہ وہ ایک جگہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ان علمه بذاته لیس زایدا علی ذاته حتی یوجب کثرة بل هو ذاته یعنی واجب الوجود کا علم اپنی ذات پر اوسکی ذات پر کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ اوس کی ذات ہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہوں نے معلوم کی حیثیت سے کہا کہ بل ہو ذاتہ گروہ جنکو ہم اس زمانہ کی فلاسفہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ ذات وصفات باری کی عینیت کے قایل ہیں +

(۹) واجب الوجود میں تغیر محال ہے کیونکہ تغیر کیلئے کسی نئی چیز کا پیدا ہونا ضرور ہے اور اگر واجب الوجود میں کوئی نئی چیز پیدا ہو تو وہ اوس کے پیدا ہونیکے سبب کا محتاج ہوگا اور اوس کی ذات اوس کا سبب نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے تھی پس اوسکی ذات کے سوا دوسری کوئی چیز ہوگی اور جب واجب الوجود کسی دوسری چیز کا محتاج ہوا تو واجب الوجود نہ رہا +

(۱۰) واجب الوجود سے بجز ایک کام کے اور کوئی کام بغیر واسطے کے نہیں ہوسکتا +

امام صاحب نے اِس مقام پر اِس مسئلہ کو اس طرح پر لکھا ہے کہ گویا اون کے نزدیک یہ مسئلہ محققہ ہے فلاسفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ الواحد لا یصدر منه الا شئ واحد بغیر واسطۃ وانما یصدر منه اشیاء کثیرۃ علی الترتیب بوسایط مگر ہم جنکو اس زمانہ کے فلاسفہ الھیین سے تعبیر کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کو نہیں مانتے۔ فلاسفہ اور علماء متکلمین اور صوفیہ کرام سب نے اِس مسئلہ کی تائید یا تردید میں بحثیں کی ہیں۔ مگر اون لوگوں کا خیال جنکو ہم اِس زمانہ کے فلاسفہ الھیین سے تعبیر کرتے ہیں اس مسئلہ کی عدم تسلیم میں اون سب سے جدا ہے اور ہم اس مقام پر اوسی کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں +

اون کا خیال یہ ہے کہ تمام محالات عقلی دراصل محسوسات سے اخذ کئے گئے ہیں مثلاً ہم ایک چیز کو موجود دیکھتے ہیں اور اوس کا موجود نہ ہونا اوس کے برخلاف سمجھتے ہیں اور اِس مسئلہ عقلی کو اوس سے اخذ کرتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہوسکتی کہ کوئی چیز آن واحد میں اور حیثیت واحد میں موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو +

یا مثلاً ہم نے ایک چیز کو دیکھا اور دو چیزوں کو بھی دیکھا اون کو مغایر پایا اون سے یہ عقلی مسئلہ اخذ کیا کہ ایک دو نہیں ہوسکتا اور دو ایک نہیں ہوسکتے +

اب ایک مفہوم وحدت اور تعدد کا ہمارے خیال میں آیا اور ہم اِس طرف کو گئے کہ وہ شے واحد جس کو ہم نے صورتاً ایک مانا تھا اپنے وجود میں بھی ایک ہے یا متعدد یعنی مرکب اور اس امر نے ہمارے دل میں ایک خیال بسیط و مرکب ہونے کا پیدا کیا اور اسی کے ساتھ ہمارا خیال وحدت کو ترقی ہوئی کہ جس شے کو ہم نے واحد فی الوجود قرار دیا تھا آیا وہ واحد فی الماھیۃ یا واحد فی الاثنانیۃ بھی ہے یا نہیں۔

ہم نے بہت سی واحد فی الصورۃ کو آن واحد میں متعدد کام کرتے ہوئے دیکھا مثلاً ایک آدمی

ہے کہ وہ آن واحد میں چلتا بھی ہے بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے پکڑتا بھی ہے - مگر ہم نے دیکھا کہ اوس میں متعدد اجزا ہیں جنسے وہ یہ سب کام کرتا ہے تو ہم نے یہ مسئلہ عقلی اخذ کیا کہ جس کے وجود یعنی انانیۃ میں ترکیب ہے اوس سے آن واحد میں متعدد کاموں کا ہونا ممکن ہے +

اسی کے مقابل میں ایک یہ مسئلہ عقلی ہمارے خیال میں آیا کہ جسکی انانیۃ میں وحدت محض من جمیع الوجوہ ہے اوس سے بجز ایک فعل یعنی ایک کام کے اور کوئی کام بغیر واسطہ صادر نہیں ہوسکتا۔

واجب الوجود یعنی ذات باری کو فلاسفہ متقدمین الٰہیین نے اور علماء علم کلام اور صوفیہ کرام نے اور نیز اون لوگوں نے جنکو ہم اس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین سے تعبیر کرتے ہیں اوسکو یا یوں کہو کہ اوس کی انانیۃ کو واحد محض مانا ہے (وہوالحق) اور فلاسفہ متقدمین الٰہیین نے یا اونہوں نے جو اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہیں اپنے اوسی خیال عقلی سے جو اونہوں نے محسوسات سے اخذ کیا تھا یہ قرار دیکہ واجب الوجود سے بجز ایک کام کے اور کوئی کام بغیر واسطے کے صادر نہیں ہوسکتا۔ مگر اس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین نے جنکے خیال یا مذہب سے ہمکو اس مقام پر بحث ہے اس سے انکار کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے واجب الوجود کو ایک ایسی ذات یا انانیۃ مانا ہے جو جامع جمیع صفات ہے اور اوس کی تمام صفات اوس کی عین ذات ہیں اور نہ وہ اپنی انانیۃ میں کسی کا محتاج ہے اور نہ اپنے ہونے میں کسی کا محتاج ہے نہ اپنی صفات میں اون صفات کا محتاج ہے کیونکہ اوس کی صفات اوسکی عین ذات ہے۔ اوسکی ذات غیر محدود ازلی و ابدی ہے نہ اوسکی انانیۃ کیلئے مادہ ہے نہ صورت نہ حیز نہ سمت نہ مکان نہ زمان اور نہ وہ محسوس ہے اور نہ ہمارے تمام پوشیدہ خیالوں سے بذات خود بلا واسطہ واقف ہے پس ایسی ذات کو بجز اس کے کہ ہیتے کیونکہ اوس کا واجب الوجود ہونا تسلیم کیا گیا ہے کسی ایسے حکم کا محکوم جو محسوسات سے بمرتبہ اول یا بواسطہ مراتب متعددہ اخذ کیا گیا ہے قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مثلاً ہم مسئلہ اور اکثر فلاسفہ نے اور تمام صوفیہ کرام نے تسلیم کیا ہے کہ خدا ہی تھا اور خدا کیساتھ
کوئی چیز نہ تھی کان اللہ ولم یکن معہ شئ مسلمہ مسئلہ ہے کیونکہ اگر کوئی چیز ہوتی تو وہ بھی مثل
خدا کے واجب الوجود ہوتی اور بالفرض اگر ہوتی تو بھی کچھ فائدہ نہ تھی پس اوس سے کسی ایک
فعل کا صادر ہونا بھی ایسا ہی محال ہے جیسا کہ متعدد فعلونکا کیونکہ ایسی ذات سے کسی ایسی ایک
مخلوق کا بھی خواہ وہ عقل اول ہو یا عما، پیدا کرنا محال ہے۔ جو نہ اوسکی عین ہو اور نہ اوس کی جزو۔
مگر برخلاف اس کے ہم بے انتہا اور مختلف اجناس وانواع کی مخلوق کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
کان اللہ ولم یکن معہ شئ لکنہ خلق الخلق ولا نعلم کیف خلق پس اوسکے افعال صادرہ اولیہ
پر بقیاس ایسی چیزوں کے جو اوس کی ماہیتہ وانانیتہ اور اوس کی صفات کی غیر ہیں کوئی حکم تفصیلی
نفیاً واثباتاً صادر نہیں کر سکتے کیونکہ وہ قیاس صحیح نہیں ہے بلکہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور
کہتے ہیں کہ فلاسفہ کا یہ مسئلہ کہ الواحد لا یصدر منہ الا شئ واحد نسبت واجب الوجود کے قیاس
غلط پر مبنی ہے والحق انہ مرید فعال مطلقاً بل ہو مطلق ایضاً عن قید الاطلاق
فاذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ وھذا اعتقادی ومذھبی ودینی و
انی اسئل اللہ تعالیٰ ان یکون خاتمتی وخاتمۃ من احبتہ علی ذالک ونصلی علی رسولہ الکریم۔

(۱۱) امام صاحب فرماتے ہیں کہ واجب الوجود کو جس طرح عرض نہیں کہا جاتا اوسی طرح اوسکو
موافق اوس اصطلاح کے جو فلاسفہ نے مقرر کی جوہر بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جوہر کا اطلاق ایک
حقیقۃ وماہیتہ پر کیا جاتا ہے اور اوس میں شبہ رہتا ہے کہ وہ فی الحال موجود ہے یا نہیں اور
جب اوس کو وجود عارض ہوتا ہے تو وہ لامکان میں عارض ہوتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اوس کی
ماہیتہ اوس کی انیتہ سے جدا ہوتی ہے اور جسکی ماہیتہ اور انیتہ واحد ہو تو اوس پر جوہر کا اطلاق
نہیں ہو سکتا اور اس لئے واجب الوجود پر بھی جوہر کا اطلاق نہیں ہو سکتا +

پہر امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس اصطلاح کو تبدیل کرکے نئی اصطلاح بنائی جاوے کہ جوہر سے مراد ایک موجود شے ہے جس کیلئے کوئی محل نہ ہو تو جوہر کا اطلاق واجب الوجود پر ہو سکتا ہے۔

(۱۲) امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ سوائے واجب الوجود کے ہے وہ واجب الوجود سے صادر ہوا ہے علی الترتیب۔

امام صاحب کے اس قول میں ایک تو یہ سوال باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سوائے واجب الوجود کے کوئی چیز اوس کے ساتھ تھی تو جن چیزوں پر سوائے واجب الوجود کا اطلاق کیا جاتا ہی وہ کیونکر اوس سے صادر ہوئیں۔ کیونکہ وہ چیزیں تو اوسکا عین ہیں تو اوسکے جزو پہر کہاں سے آئیں۔ غالباً امام صاحب فرماوینگے کہ علمہ عند اللہ۔ تو پہر ہم اون سے پوچھینگے کہ ایسی ذات کی نسبت کس طرح تم نے حکم کیا کہ الواحد لا یصدر منہ الا الواحد

دوسرا شبہہ علی الترتیب کے لفظ پر ہی کہ اگر ترتیب سے وہ ترتیب مراد ہی جو فلاسفہ نے عقل اول و ثانی و ثالث وغیرہ پیدا ہونے اور پہر ایک دوسرے کے امتزاج سے ظہور کثرت قرار دی ہی یا صوفیہ کرام نے جو ایک ترتیب تنزلات خمسہ کی مقرر کی ہی تو ہم اوس کو نہیں مانتے۔ اور اگر اوس ترتیب سے وہ ترتیب مراد ہے جس پر خلق کو خدا نے مخلوق کیا ہے اور اُس مخلوق میں ہم ایک ترتیب پاتے ہیں تو اوس کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اوس کی عدم تبدیل کے قایل ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لا تبدیل لخلق اللہ خدا نے جس فطرت پر اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہی اوسمیں تبدیل نہیں ہو سکتی اگر تبدیل ہو تو خدا کی خالقیت میں نقص لازم آتا ہے۔ مگر اوسکی کمال قدرت یہ ہی کہ وہ اوس فطرت کو معدوم کرکے دوسری فطرت پیدا کر سکتا ہے۔ فطرت موجودہ مخلوقہ میں تبدیل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وعدہ میں تخلف کرنا۔ اگر کچھ فرق ہے تو اتنا ہی کہ ایک وعدہ قولی ہے اور ایک وعدہ فعلی اور ان کا تخلف وعدہ کا تخلف ہے و اللہ یدری عن ھذا

و اللہ سبحانہ اعظم واجل واکبر

واردات قلبی

الامام الغزالی رح
و
واردات قلبیہ کما صرح بہ بذاتہ فی کتابہ
المسمی
بالمنقذ من الضلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ لکھتے ہیں کہ لوگوں میں جو ادیان وملل کا اختلاف ہی اور پھر گروہوں میں مختلف مذہب ہیں اور بہت سی فرقے ہوگئے ہیں اور ہر ایک کے جدا جدا طریقے ہیں یہ ایک نہایت گہرا دریا ہے جسمیں بہت لوگ ڈوب گئے ہیں اور بہت ہی کم ہیں جنہوں نے اوس سے نجات پائی ہی اور ہر ایک سمجھتا ہی کہ میں ہی نجات پانیوالوں میں ہوں میں نے ہمیشہ عنفوان شباب سی کہ بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا اور اب پچاس برس کا ہوگیا ہوں اپنے تئیں اس دریائے عمیق کی موجوں میں بیدھڑک ڈالدیا ہی۔ اور اِس گہرے دریا میں گھس پڑا ہوں جیسیکہ ایک دلیر آدمی گھس پڑے نہ جیسیکہ کوئی بزدل ڈرنیوالا گھسے۔ اور ہر بات پر جو تاریکی میں تھی لگاتار غور کرتا رہتا ہوں۔ اور ہر مشکل بات میں کود پڑتا ہوں اور ہر بھنور میں بیدھڑک گھس جاتا ہوں اور ہر فرقے کے عقیدیکو ڈھونڈتا ہوں اور ہر گروہ کے مذہب کے بھیدونکو دریافت کرتا ہوں۔ تاکہ میں تمیز کرلوں سچے اور جھوٹے اور سنی اور بدعتی میں۔ اور میں نہ باطنیہ فرقے والیکو دھوکا دینا چاہتا ہوں بلکہ پسند کرتا ہوں کہ اون کے باطنیہ طریقہ سی مطلع ہوں۔ اور نہ کسی ظاہریہ فرقے والیکو بلکہ چاہتا ہوں کہ اوس کے ظاہریہ طریقہ کا حاصل جان لوں۔ اور نہ کسی

فلسفی کو بلکہ میرا مقصد یہ ہی کہ اوس کے فلسفہ کی کنہ دریافت کروں۔ اور نہ کسی کو جو متکلمین قرار
ہیں سے ہو بلکہ میری کوشش ہے کہ اوس کے کلام اور مجادلہ پر اطلاع پاؤں۔ اور نہ کسی صوفی کو بلکہ یہ
خواہش ہے کہ تصوف کے بھید پر عبور کروں۔ اور نہ کسی عابد کو بلکہ اس بات کے جاننے کی امید کرتا ہوں
کہ اوس کی حاصل عبادت کا مرجع کیا ہے۔ اور نہ کسی زندیق کو جو سب کچھ چھوڑے ہوئے ہو بلکہ میں
اوسکی حالت کو اس لئے تلاش کرتا ہوں تاکہ میں تنبہ ہوں کہ کیا اسباب ہیں جنسے اوس نے زندیق
اور سب کچھ چھوڑ دینے میں جرأت کی ہے۔ اور ان باتوں کی حقیقت تلاش کرنیکی پیاس اللہ تعالیٰ نے
میری فطرت اور جبلت میں رکھدی تھی میری اختیاری اور بناوٹی نہ تھی۔ یہانتک کہ لڑکپن کے زمانے
کے قریب ہی سے تقلید کا رابطہ مجھ سے چھوٹ گیا اور موروثی عقیدے ٹوٹ گئے۔ کیونکہ میں نے یہ
بات دیکھی کہ عیسائیوں کے لڑکے عیسائیت ہی میں پلتے ہیں اور یہودیوں کے لڑکے یہودیت میں اور
مسلمانوں کے لڑکے اسلام میں۔ اور میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ
ہر ایک جو پیدا ہوتا ہے فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہی پھر اوس کے والدین اوس کو یہودی یا عیسائی یا
مجوسی بنا لیتے ہیں۔ پس میرے دل کو اصلی فطرت کی حقیقت کی اور اون عقاید کی حقیقت کی جو والدین
اور اوستادوں کی تقلید سے چمٹ جاتے ہیں دریافت کرنے کی اور ان تقلیدوں میں تمیز کرنیکی
جنکی ابتدا تلقین سے ہوتی ہی اور حق اور باطل میں تمیز کرنیکی جسمیں بہت سے اختلافات ہوتے ہیں تحریک ہوئی
پھر میں نے پہلے اپنے دل میں کہا کہ جب میں علم کے حقایق امور پر اطلاع چاہتا ہوں تو ضرور ہی کہ میں علم
کی حقیقت کو ڈھونڈوں کہ وہ کیا ہی پھر مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ علم یقینی وہ ہی جس سے معلوم اسطرح منکشف
ہو جاوے کہ انکشاف کے بعد کوئی شبہ اوس میں نہ رہے اور دھوکا اور غلطی کا امکان اوس کے پاس
تک نہ پھٹکنے پاوے اور بدلنے کی اوس میں گنجایش ہی نہ ہو۔
غلطی سے امن میں رہنے کے لئے اوسکے ساتھ ایسے یقین کا ہونا چاہئے کہ اگر کوئی اوس کے باطل کرنے

لئے مثلاً یہ دعویٰ کرے کہ میں پتھر کو سونا کر دیتا ہوں یا لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہوں تو بھی اوس میں شک یا انکار نہ پیدا ہو۔ کیونکہ جب میں نے یہ بات جان لی کہ دس زیادہ ہیں تین سے پھر اگر کوئی مجھ سے کہے کہ نہیں بلکہ تین زیادہ ہیں دس سے اور اوس کی دلیل یہ ہو کہ میں لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہوں اور اوس نے بنا بھی دیا اور میں نے خود اوس کو دیکھا بھی تو اوس کے سبب سے میں اپنے جاننے میں کچھ شک نہیں کرنے کا اور اوس کے ایسا کرنے سے بجز تعجب کے اور اوس بات کے کہ اوسکو ایسی قدرت ہے اور کچھ حاصل نہ ہوگا مگر جو کچھ کہ میں نے جان لیا ہو اوس میں شک نہیں آنیکا۔ پھر میں نے جان لیا کہ جس چیز کا اس طرح پر علم نہیں ہو اور اوس پر اس طور سے میں یقین نہیں کرتا تو وہ کچھ اعتبار کے لایق نہیں ہو اور نہ اوس کے ساتھ امان ہے اور جو علم کہ اوس کے ساتھ امان نہیں ہو وہ علم یقینی نہیں ہے ✤

پھر میں نے اپنے علموں کو ٹٹولا تو مینے اپنے میں ایسے علم کو جسمیں یہ صفت ہو نہ پایا بجز حسیات اور ضروریات کے علم کے یعنی بجز ایسی چیزوں کے علم کے جنکا علم چھونے سے دیکھنے سے سونگھنے سے چکھنے سے سننے سے حاصل ہوتا ہو یا کسی ضروری بات کا علم جیسے کہ انسان اپنے جسم کا اور اپنے ہونیکا علم رکھتا ہے۔ غرضکہ جب سب طرف سے مایوسی ہوگئی تو یہی ٹھہرایا کہ جو امر کہ بالکل صاف اور حسی اور ضروری ہیں اونہی سے مشکلات دور ہو سکتی ہیں مگر اوس کے احکام کا جاننا ضرور ہے تاکہ کھلجاوے کہ میرا اعتماد جو محسوسات پر ہے اور غلطی سے امن میں رہنے کا جو اعتماد ضروریات پر ہے وہ ایسا تو نہیں ہے جیسا کہ اوس سے پہلے تقلید پر تہا یا جیسا کہ بہت لوگوں کو غلطی سے امن میں رہنے کا اعتماد نظریات میں ہے یعنی ایسی بات پر جو حسیات اور ضروریات میں سے نہیں ہے بلکہ بعد غور و تامل اور تمہید مقدمات قرار دیگئی ہے اور کیا وہ امان بالکل ٹھیک بغیر کسی شک کے ہے اور اوس میں کچھ دھوکہ و شبہ نہیں ہے پھر مینے نہایت کوشش سے محسوسات اور ضروریات پر غور کی تاکہ میں دیکھوں کہ میرے دل کو اوسمیں

بھی کچھ شک ہوسکتا ہی یا نہیں ایک طول طویل شکوک کے بعد میرے دل نے محسوسات میں بھی غلطی سے امن میں رہنے کو تسلیم نہیں کیا اور یہ شک بڑھتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ محسوسات پر کیونکر اعتماد ہوسکتا ہی اور سب سے زیادہ مضبوط آنکھ سے دیکھتا ہی اور سایہ یعنی چھاؤں کو دیکھتا ہی کہ ٹھیری ہوئی ہی ہلتی نہیں اور کہتا ہے کہ وہ غیر متحرک ہی پھر تجربہ سے اور ایک گھنٹہ کے بعد دیکھنے سے جانتا ہے کہ وہ متحرک ہی اور دفعتاً متحرک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا تھوڑا حرکت کرتا ہی کہ اوسکی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ ستارے دیکھنے میں بہت چھوٹے اشرفی کے برابر معلوم ہوتے ہیں اور ہندسی دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمین سے بھی بڑے ہیں اور اسی طرح محسوسات کی بہت سی مثالیں ہیں کہ حس تو اوس میں کچھ کہتی ہے اور عقل اوس کو جھٹلا دیتی ہی اسطرح پر کہ اوس کے رد کرنیکا کوئی رستہ ہی نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ امام صاحب نے ذرا غلطی کی کیونکہ اس مقام پر محسوس صرف سایہ تھا اور اوسکی موجودہ یا آئندہ حالت کہ متحرک ہی یا ساکن محسوس نہ تھی ستارہ میں بھی صرف ایک روشن چیز محسوس تھی اور یہ بات کہ وہ ستارہ ہے یا غبارہ یا اور کوئی چیز اور کتنا بڑا یا چھوٹا ہے محسوس نہ تھی پس اونکو محسوس اور غیر محسوس کے قرار دینے میں غلطی ہوئی +

بہر حال اسکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ میرا اعتماد محسوسات پر بھی نہیں رہا اور سمجھا کہ شاید اگر اعتماد ہوسکتا ہی تو بجز عقلیات کے اور کسی پر نہیں ہوسکتا مگر وہ عقلیات اولیات کی قسم سے ہوں یعنی اونمیں کچھ غور و فکر کی ضرورت نہ ہو جیسا کہ ہمارا یہ کہنا کہ دس زیادہ ہیں تین سے۔ یا یہ کہنا کہ نفی اور اثبات یعنی ہونا اور نہ ہونا ایک چیز میں جمع نہیں ہوسکتے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی چیز حادث بھی ہو اور قدیم بھی ہو موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو واجب بھی ہو اور محال بھی ہو +

اتنے میں محسوسات نے اپنی زبان حال سے امام صاحب سے کہا کہ کس چیز نے آپکے دلکو تسلی دی ہی کہ آپکا اعتماد عقلیات پر اسطرح ہوگیا جیسا کہ محسوسات پر تھا اور میں تو آپکی بڑی معتمد تھی۔ پھر

پھر عقل آئی اوس نے مجھکو جھٹلا دیا اور اگر عقل کی حکومت نہ ہوتی تو ہمیشہ میں سچی رہتی۔ شاید عقل کے پرے اور کوئی دوسرا حاکم ہو جب وہ تشریف لاویں تو عقل نے جو حکم کئے ہیں اوس میں وہ جھوٹی ہو جاوے جیسکہ حاکم عقل کے تشریف لانے سے حس اپنے حکم میں جھوٹی ہو گئی اور ایسے حاکم کا اوس وقت تشریف نہ لانا اوس کے نہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا +

امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات سنکر تھوڑی دیر کے لئے میں دم بخود ہو گیا اور اس شکل کی تائید میں اوس نے خواب کی حالت کو پیش کیا اور کہا کہ کیا تم خواب میں بہت سی باتیں نہیں دیکھتے اور بہت سے حالات خیال نہیں کرتے اور اون کے لئے ثبات اور استقرار نہیں سمجھتے اور حالت خواب میں اون پر ذرا بھی شک نہیں کرتے اور پہر جب جاگتے ہو تو جانتے ہو کہ تمہارے اون تمام خیالات اور معتقدات کی کچھ اصل نہ تھی۔ پھر کسطرح تمکو تسلی ہوئی ہے کہ جن چیزوں پر جاگتے میں تمہارا اعتقاد ہے حس سے یا عقل سے وہ بلحاظ تمہاری حالت کے سچ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ تمپر کوئی ایسی حالت آوے کہ بہ نسبت اوس کے تمہارا جاگنا سونیکی مانند ہو اور جب وہ حالت آوے تو یقین ہو کر جو کچھ تمنے اپنی عقل سے سوچا تھا وہ سب بیفائدہ خیالات تھے اور کیا عجب ہے کہ یہ حالت وہ ہو جسکا دعوی صوفی کرتے ہیں اسلئے کہ وہ اپنی حالت سے زعم کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے نفس میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے حواس سے غائب ہو جاتے ہیں تو وہ ایسے حالات کو دیکھتے ہیں جو ان معقولات کے موافق نہیں ہیں اور شاید کہ یہ حالت وہی موت ہو اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام آدمی سوتے ہیں جب مرینگے تو تنبہ ہونگے پس شاید اس دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت کے نیند ہو اور جب مرے تو اوس کو برخلاف اوسکے جواب دیکھتا ہے چیزیں ظاہر ہوں اور اوس وقت کہے۔ فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد۔

مگر اس زمانہ کے فلاسفہ الطبیعین اس بات کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ خدا ایسا دھوکے باز نہیں ہے اوس نے انسان کی ہر ایک بات جو اوسکی زندگی اور اوسکے مرنے کے بعد ہو گی سب

آشکارا کردی ہے ۔ خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ۔ ولا شک ان الیقظۃ یقظۃ ۔ والنوم نوم والموت موت دما یقع بعدھا معلوم وان لم نعلم ماھیتہا۔ ان العلم بماھیۃ الشئی وان کان اصغر من حبۃ خردل محال ۔

بہرحال امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میرے دلمیں یہ باتیں آئیں تو میرا دل ٹوٹ گیا اور میں نے اوس کے علاج کی تلاش کی مگر نہ ملا کیونکہ اوس کا دل سے دور ہونا دلیل پر منحصر تہا اور کوئی دلیل بغیر علوم اولیہ کی ترکیب کے قایم نہیں ہوسکتی تھی اور جب وہ ہی مسلم نہ ہوں تو دلیل کی ترتیب ہی ممکن نہیں ہے ۔ پس یہ مرض دو مہینہ تک مجھ میں رہا اور اون دونوں مہینوں میں میرے مذہب کا حال سفسطہ کا تہا یعنی یہ سمجھتا تہا کہ کوئی چیز اصلی نہیں ہے سب خیال ہی خیال ہے مگر زبان سے کچھ نہ کہتا تہا ۔ اتنے میں خدا نے مجھکو اس مرض سے شفا دی اور میرا نفس صحت و اعتدال پر آگیا اور ضروریات عقلیہ کے قبول کرنے اور اون پر غلطی سے امن ہونیکا اعتماد کرنے اور یقین کرنے پر میں نے رجوع کی یعنی پہر اون پر یقین کیا اور یہ یقین کسی دلیل سے نہیں ہوا بلکہ ایک نور کے سبب سے ہوا کہ اللہ تعالی نے میرے دلمیں ڈالا تہا اور یہ نور بہت سے معارف کی کنجی ہے اور جو شخص یہ خیال کرے کہ کشف صرف دلائل پر موقوف ہے تو وہ خدا کی رحمت کو تنگ کرتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت کے معنی میں فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فرمایا ہے کہ وہ نور ہے جو اللہ دل میں ڈالدیتا ہے پہر امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالی نے مجھکو اس مرض سے شفا دی تو میرے سامنے متعدد قسم کے طالبین یعنی جو حقیقت کی تلاش میں ہیں آحاضر ہوئے اور وہ چار گروہوں میں تھے متکلمین اور وہ دعوی کرتے تھے کہ وہی صاحب رائے اور غور کرنیوالے ہیں ۔ باطنیہ اور وہ دعوی کرتے تھے کہ انہوں ہی نے امام معصوم سے سینہ بسینہ تعلیم پائی ہے ۔ فلاسفہ وہ کہتے تھے کہ ہم ہی اہل منطق و برہان ہیں ۔ صوفیہ وہ خیال کرتے تھے کہ وہی حضرت باری کے خاص الخاص ہیں

اور مکاشفہ اور مشاہدہ والے ہیں - پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ سچ ان چاروں فرقوں سے خارج نہیں ہے اور یہی چاروں فرقے ہیں کہ سچ کی راہ کو ڈھونڈتے ہیں اور تقلید چھوڑنے کے بعد پھر تقلید میں پڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس مینے ان چاروں فرقوں کے طریق کی بخوبی تحقیقات کی سب سے پہلے میں نے علم کلام پر توجہ کی اوس کو حاصل کیا اور سمجھا اور محققین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور خود میں نے اوس میں کتابیں تصنیف کیں مینے اوس کو پورا علم اوس مقصد کے لئے پایا جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے - مگر جو میرا مقصد تھا اوس کے لئے وہ کافی نہ تھا ●

پھر جب میں علم کلام سے فارغ ہوا تو مینے علم فلسفہ پر توجہ کی اور اس علم کی کتابوں کو اپنی فراغت کے وقت میں جبکہ مجھکو اپنی تصنیف اور تدریس سے کہ تین سو طالب علموں کو بغداد کے مدرسہ میں پڑھاتا تھا فرصت ہوتی تھی بہت کوشش سے بغیر مدد اوستاد کے پڑھا - پھر خدا تعالیٰ نے صرف مختلف اوقات میں مطالعہ کرنے ہی سے دو برس سے کم عرصہ میں اون کے منتہی علوم پر مطلع کر دیا - اور جب مینے اوس علم کو سمجھ لیا تو ایک برس تک اوس کو سونچتا رہا اور دوہراتا رہا اور اوس کے دھوکے کی باتوں پر التفات کرتا رہا یہانتک کہ جو کچھ اوس میں فریب اور دھوکا اور محض خیال بندی ہے اوس پر مجھکو اطلاع حاصل ہوئی جس میں مجھکو ذرا بھی شک نہیں ہے ●

بعد اس کے امام صاحب فلسفہ کو نہایت برا اور اوس کے متعدد مسائل کو کفر اور کسی گروہ فلاسفہ کو کافر و ملحد کسی کو مبتدع بتاتے ہیں کتاب تہافۃ الفلاسفہ وہ اس سے پہلے لکھ چکے ہیں - اسی ضمن مین اونہوں نے ابن سینا یعنی بوعلی کی اور فارابی کی تکفیر واجب بیان کی ہے اور بوعلی کے اس شعر پر کچھ التفات نہ کیا -

پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود	در دہر چو من یکے و آنہم کافر

بہر حال امام صاحب فرماتے ہیں کہ فلسفہ کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد میں نے جان لیا کہ جو غرض ہے

اوس کے سے لئے یہ بھی کافی ہے اور عقل جمیع مطالب کے احاطہ کے لئے کافی نہیں ہے اور تمام مشکلات سے پردہ اٹھا دینے والی ہے +

پھر وہ باطنیہ فرقہ کے مسائل کی تحقیق پر متوجہ ہوئے جو امام معصوم سے تعلیم ہونے کے قایل تھے اور اوس کی رد میں اونھوں نے کتابیں لکھیں پہلی کتاب اس باب میں المستظہری ہے اور اون جو لوگوں نے بغداد میں کچھ اعتراض کئے تھے اوس کے جواب میں کتاب مفصل الخلاف لکھی اور جو اعتراض کہ ہمدان میں کئے گئے تھے اوس کے جواب میں کتاب الدرج لکھی - اور جو اعتراض طوس میں کئے گئے اوس کے جواب میں بھی کتاب لکھی اور ان سب کے بعد کتاب القسطاس المستقیم لکھی جسمیں میزان علوم کا بیان ہے -

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں اوس سے بھی فارغ ہو گیا تو میں نے تصوف کی طرف توجہ کی اور مجھکو معلوم ہوا کہ صوفیہ کا طریقہ علم اور عمل دونوں سے پورا ہوتا ہے چنانچہ اس علم کے حاصل کرنے کو میں نے اون کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا - جیسے - قوت القلوب ابی طالب مکی - اور حارس محاسبی کی تصنیف کی ہوئی کتابیں اور متفرق رسالے جنید و شبلی و ابی یزید بسطامی اور دیگر مشایخ کے یہانتک کہ اون کے علمی مقاصد کی کنہ مجھکو معلوم ہو گئی - اور تعلیم سے اور سننے سے بھی میں نے کسیقدر اون کے طریقہ کو حاصل کیا اور مجھ پر کھل گیا کہ جو خاص الخاص باتیں اُن کے طریقے کی ہیں وہ سیکھنے سے نہیں آتیں بلکہ ذوق اور حال اور صفات کی تبدیل سے پیدا ہوتی ہیں +

وہ سونچے کہ جو علوم اونھوں نے حاصل کئے گئے مگر سعادت اخروی تقوی اور نفس کو خواہشوں سے روکنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کے لئے سب سے اوّل دنیاوی علایق کو دل سے قطع کرنا اور جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اوس طرف دل لگانا اور تمام ہمت کو خدا کی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ بات پوری نہیں ہوتی جبتک جاہ و مال سے علیحدہ نہ ہو اور علائق سے اور مشاغل سے بھاگ نہ جاوے +

وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے حال پر توجہ کی کہ میں تو بالکل علائق میں ڈوبا ہوا ہوں اور میرے اعمال میں سب سے اچھا عمل پڑھانا ہے مگر جو علوم پڑھاتا ہوں وہ کچھ بہت اہم نہیں ہیں اور نہ آخرت کیلئے مفید ہیں۔ پھر میں نے علوم کے پڑھانے میں اپنی نیت پر خیال کیا تو وہ کچھ خدا کیواسطے نہ تھا بلکہ طلب جاہ اور شہرت کے لیئے تھا پس میں نے جان لیا کہ میں دوزخ کے کنارے پر ہوں اگر اس کی تلافی میں مشغول نہ ہوں۔

پھر مدت تک اسکو سوچتا رہا ایک دن بغداد سے نکلنے کا اور اون علائق اور مشاغل کے چھوڑ دینے کا مصمم ارادہ کرتا تھا اور دوسرے دن اُس ارادہ کو چھوڑ دیتا تھا ایک قدم آگے بڑھاتا تھا اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا تھا۔ صبح تو طلب آخرت کی رغبت مجھ میں ابھرتی تھی اور شام کو خواہشوں کا لشکر اوسپر حملہ کر کے بدل دیتا تھا۔ اور یہ حال ہو گیا تھا کہ دنیا کی خواہشیں تو زنجیریں ڈالکر کھینچتی تھیں کہ ٹھہر رہ ٹھہر رہ۔ اور ایمان کا پکارنیوالا پکارتا تھا کہ چلدے چلدے عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے اور تجھکو بہت لمبا سفر کرنا ہے اور جو کچھ تیرا علم اور تیرے اعمال ہیں وہ سب ریا اور خیالات ہیں پھر اگر تو اب بھی مستعد نہیں ہوتا تو کب ہو گا اور اب بھی نہیں چھوڑتا تو کب چھوڑیگا اسکے بعد عزم بالجزم ہوتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر چلا جاؤں اور بھاگ جاؤں پھر شیطان آڑے آجاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حالت عارضی ہے خبردار اگر تو نے ایسا کیا یہ حالت بہت جلد جاتی رہیگی اور اگر اُس کو مان لیا اور اتنی بڑی جاہ اور شان زیبا کو چھوڑ دیا جسمیں نہ کچھ جھگڑا ہے نہ بکھیڑا پھر اگر تو نے چاہا تو میسر نہیں ہونیکی۔ اسیطرح میں دنیا کی خواہشوں اور آخرت کی تمناؤں کی اُدھیڑ بن میں چھ مہینہ تک پڑا رہا رجب ۴۸۸ھ ہجری میں یہ کام اختیار سے نکل گیا اور میری زبان بند ہو گئی یعنی چپ رہتا تھا بولتا نہ تھا یہانتک کہ پڑھانا بھی چھوٹ گیا میں کوشش کرتا تھا کہ کسی دن دل خوش کرنیکے لیئے لوگوں کو پڑھاؤں مگر زبان سے بات ہی نہیں نکلتی تھی

اس طرح چپ رہتے رہتے میرے دل میں رنج وافسردگی پیدا ہوئی اور اوسی کے ساتھ کھانا ہضم ہونے کی قوت جاتی رہی اور کھانا پینا چھوٹ گیا یہانتک کے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا جاتا تھا اور ایک لقمہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا اور ضعف بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ طبیبوں نے علاج چھوڑ دیا اور کہا کہ کوئی حادثہ دل پر ہوا ہے اور مزاج میں سرایت کرگیا ہے اور کوئی رستہ اوسکے علاج کا نہیں ہے بجز اس کے کہ جو غم لگ گیا ہے وہ بدلجاوے جب میرا یہ حال ہوا تو میں نے خدا سے التجا کی ایک مضطر کی سی التجا اوسنے میری دُعا قبول کی یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ۔ اور مجھپر جاہ اور مال اور جورو بچوں اور دوستوں کا چھوڑنا آسان ہوگیا اور میں نے ظاہر کیا کہ میں مکہ کو جاتا ہوں مگر میرے دلمیں مکہ کا جانا نتھا بلکہ شام میں جانا تھا میں نے اسلیے چھپایا کہ خلیفہ کو اور دوستوں کو شام میں میرے مقام کی خبر نہو غرضکہ بلطائف الحیل میں بغداد سے نکلا اس ارادہ پر کہ پھر کبھی نہ لوٹوں گا۔

پھر میں شام پہونچا اور دو برس تک بجز گوشہ نشینی اور تنہائی اور ریاضت اور مجاہدہ کے میرا اور کوئی شغل نہ تھا اور تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اور تصفیہ قلب اور ذکر اسمیں اوس طریقہ سے جو علم تصوف سے حاصل کیا تھا مشغول رہتا تھا۔ مدت تک مسجد دمشق میں معتکف رہا دن کو مسجد کے مینار پر چڑھ جاتا اور دروازہ بند کرلیتا پھر بیت المقدس میں جاتا اور صخرہ کے مکان میں جاکر دروازہ بند کرلیتا۔ پھر مجھکو حج کا اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق ہوا اور حجاز میں گیا۔ پھر لڑکوں نے اور دیگر امور نے مجھکو وطن میں کھینچ بلایا مگر میں نے تصفیہ قلب کے شوق میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ حوادث زمانہ اور اہل وعیال کے امورات اور معاش کی ضرورت میرے مقصد میں خلل ڈالتی تھی اور گوشہ نشینی میں تشویش پیدا کرتی تھی اور میں اپنے حال کو اوقات متفرقہ میں درست کرتا رہتا تھا مگر باینہمہ میں نے اُس کلام سے قطع طمع نہیں کی تھی ہو افعات کو دُور کرتا تھا اور پھر اپنا کام کرنے لگتا تھا اسی حالت پر دس برس گزر گئے ان خلوتوں سے میں نے

بہت فائدہ اوٹھایا اور یقین کرلیا کہ صرف صوفیہ ہی خدا کے رستہ پر چلتے ہیں +

اِس زمانہ میں فسق وفجور اور الحاد کی باتیں بہت زیادہ پھیل گئی تھیں اور جب میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں کا ایمان ان سببوں سے ضعیف ہوگیا ہے اور میں نے اپنے اوپر خیال کیا کہ آسانی سے اِن باتوں کی برائیوں کو کھول سکتا ہوں۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اِن ظالموں کے ہاتھ سے کیونکر بچوں گا اور جب میں لوگوں کو جن امور میں کہ وہ مبتلا ہیں اسکے برخلاف نصیحت کروں گا اور حق کی طرف بلاؤں گا تو تمام لوگ میرے دشمن ہوجاوینگے اور میں اونکا مقابلہ کیونکر کرسکوں گا اور کس طرح زندگی بسر کروں گا۔ کیونکہ یہ باتیں زمانہ کی مساعدت اور سلطان متدین کی مدد سے پوری ہوتی ہیں۔ پس خدا نے یہ کیا کہ بغیر کسی تحریک کے سلطان وقت کی دل میں آیا اور مجھکو نیشاپور میں جانیکا حکم دیا تاکہ اِن برائیوں کا تدارک کروں +

پھر میں نے اِس باب میں اہل دل لوگوں سے مشورہ کیا اور سب نے متفق ہوکر کہا کہ عزلت چھوڑدو اور جاؤ۔ اور بہت سے نیک لوگوں نے خوابوں میں دیکھا کہ میرا جانا باعث خیر و برکت کا ہوگا اور خدا تعالیٰ نے اِس صدی کے سرے پر اُس کو مقدر کیا ہے اور بیشک خدا نے ہر صدی کے سرے پر دین کے زندہ کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ پس میری امید مستحکم ہوگئی اور اِن گواہیوں سے حسن ظن غالب ہوا اور ذیقعدہ ۴۹۹ھ ہجری میں نیشاپور گیا اور ذیقعدہ ۴۸۸ھ ہجری میں بغداد سے نکلا تھا اور مدت عزلت کی گیارہ برس ہوئی + فقط ۔

تمت

مطبوعہ فیض عام پریس علی گڈھ

أصناف الفلاسفة وعلومهم

الامام الغزالی

وقوله فی اصناف الفلاسفة وعلومهم وفی وجوب تکفیرهم
علی ما صرح به فی کتابه المسمیٰ بالمنقذ من الضلال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ فرماتے ہیں کہ "اگرچہ فلاسفہ کے بہت سے فرقے ہیں لیکن اون کے مذہبوں کے اختلاف کے لحاظ سے وہ تین قسم کے ہیں۔

اوّل - دہریہ - وہ صانع عالم یعنی خدا کا انکار کرتے ہین اورخیال کرتے ہیں کہ عالم ہمیشہ سے اپنے آپ موجود تھا کسی نے اوسکو بنایا نہیں۔ ہمیشہ سے حیوان یعنی جاندار نطفہ سے اور نطفہ حیوان سے ہوتا رہا ہے اورناسیطرح ہمیشہ ہوتا رہیگا - اوریہی لوگ زندیق ہیں۔
مگر ہمکو ایک مشہور لطیفہ یاد ہے جو کسی شخص نے ان لوگوں سے پوچھا تھا کہ اگر تمہارا قول صحیح ہو تو یہ تبلاؤ کہ نطفہ حیوان سے پہلے تھا - یا حیوان نطفہ سے - مرغی سے انڈا پہلے تھا یا مرغی انڈے سے - مگر ہمارے نزدیک انکا صحیح مذہب نسبت انکار صانع کے یہ ہے کہ وہ صانع یعنی خدا سے بالکل انکار نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ شاید ہو مگر اوس کا ہونا کسی دلیل سے ثابت نہین ہے۔

دوم - طبیعون - ان لوگون نے عالم طبیعیات پر اور حیوانات اور نباتات مین جو

عجائب صنع الٰہی ہیں اور جو انسان میں عجیب اور غریب تدبیریں ہیں اون پر غور کرتے کرتے مجبوری اس بات کے قائل ہوئے
کہ کوئی بڑی حکمت والا فاعل مطلق اور تمام چیزوں کے مقصد کو جاننے والا ہی لیکن وہ اس بات کے بھی قائل
ہوگئے کہ اعتدال مزاج کو بہت بڑی تاثیر ہے حیوان کے قوی کے بننے میں - اور وہ سمجھ گئے کہ انسان کی
قوت عاقلہ اوسکی مزاج کی تابع ہی اور اوسکے مزاج کے باطل ہونے کے ساتھ وہ بھی باطل ہو جاتی ہی - اور جب معدوم ہو گئی
تو اعادہ معدوم نہین ہو سکتا - اس بنا پر اونہوں نے خیال کیا کہ نفس جب مرجاتا ہی تو پھر عود نہیں کرتا اور
اسی لئے اونہوں نے آخرت کا اور دوزخ اور بہشت کا اور قیامت اور حساب کا انکار کیا - پس اونکے نزدیک
کوئی عبادت ایسی نہیں جسکا ثواب ہو اور نہ کوئی گناہ ایسا ہی جسکا عذاب ہو یہ لوگ بھی زندیق ہیں کیونکہ
اصل ایمان اللہ اور آخرت پر ایمان لانا ہی - گو کہ یہ لوگ خدا پر اور اوسکی صفات پر ایمان لائے لیکن آخرت کا
انکار کیا - مگر اس زمانہ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا ہی جو اپنے تئیں ٹھیٹھ مسلمان کہتا ہی اور طبیعیات عالم سے
خدا کے ہونے اور اوسکی وحدانیت اور اوسکی تمام صفات کمال پر استدلال کرتا ہی اور کہتا ہے کہ یہ طریقہ
استدلال خود خدا نے ہمکو بتلایا ہے - قرآن مجید انہیں استدلالوں سے بھرا ہوا ہے کبھی خدا اپنے
ہونے پر شہد کی مکھیوں میں شہد بنانے کی طبیعت کا ہونا بتلاتا ہے کہیں پرندوں کے ہوا پر
اڑنے کو دکھاتا ہے - کہیں جہازوں اور کشتیوں کے پانی پر چلنے کی تمثیل دیتا ہی کہیں گائے
بھینس کے خون اور پیٹ کے گوبر سے سفید دودھ اور خوشگوار غذا کے نکلنے کو دکھاتا ہی دن
ہونے اور رات ہونے اور رات جانے اور دن آنے سے نصیحت دیتا ہی - چاند - سورج - ستاروں سے
عظمت دکھاتا ہی - کہیں بادلوں کے چلنے اور مینہ برسنے گل پھول اور مختلف مزے کے میووں کے
پیدا ہونیکو یاد دلاتا ہی - کہیں اندھیری رات مین بجلی کی چمک اور رعد کی کڑک سے ڈراتا ہی
اور پھر کہتا ہی کہ اسی میں نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کو - پھر اپنی وحدانیت پر استدلال کرتا ہے
اور کہتا ہی کہ اگر دو خدا ہوتے سوائے ایک کے تو یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جاتا - اس بنا پر وہ کہتے ہیں

کہ طبیعیات عالم سے خدائے واحد کے جاننے کا سبق خود خدا نے ہمکو دیا ہے +

وھم مع ذلک آمنوا باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وبقدرہ خیرہ وشرہ من اللہ تعالے والبعث بعد الموت - بل ھم آمنوا بکل ماجاء بہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین -

مگر وہ اس بات کو سوچتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے - ملائکہ کا مفہوم کیا ہے - خدا کی کتابوں کی حقیقت کیا ہے - رسالت کی ماہیت کیا ہے - یوم الآخر کیا چیز ہے - اور بھلائی و برائی دونو کا خدا کی طرف سے ہونیکی کیا مراد ہے - اور مرنیکے بعد اوٹھنے کی کیا حقیقت ہے +

وہ اوسکی تحقیق بقدر اپنے علم و استعداد کے و بالاستدلال من فطرت اللہ التی فطرنا علیہا والقرآن الذی انزل علی محمد صلی اللہ وسلم ومن سنۃ الرسول ماثبت عندھم کے لحاظ سے اوس کی نسبت اپنا عقیدہ قایم کرتے ہیں ولا یبالون بقول زید وعمرو دون قول اللہ ورسولہ یہ فرقہ اپنے تئیں ٹھیٹ مسلمان اور اپنے مذہب کو ٹھیٹ اسلام کہتا ہے مگر اور لوگ اونکو حقارت سے طبیعین یا نیچری کہتے ہیں وہ سب لقبوں سے جو اونکو دئے جاویں خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حقارت سے حقارت کا لقب ہمکو دیا جاوے - ہمارے مذہب یا عقائد کو اوس سی حقارت نہیں ہوتی بلکہ اوس حقیر لقب کو عزت اور اوس میں برکت ہو جاتی ہے - افسوس کہ امام غزالی صاحب مر گئے ورنہ اون سے پوچھا جاتا کہ جناب اس فرقہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں - اگر پاؤں پاؤں چلکر نہیں آسکتے تو خواب ہی میں آکر بتا جایئے - مگر میرا دل کہتا ہے - ھم من اھل الجنۃ - بحق محمد وآلہ -

سوم - الالٰہیون - امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ متاخرین فلاسفہ کا ہے اور اونھیں میں سقراط ہے جو اوستاد ہے افلاطون کا جو استاد ہے ارسطاطالیس کا - ان سب نے پہلے دونوں فرقے دہریہ وطبیعیہ کی تردید کی ہے - پھر ارسطاطالیس نے افلاطون کی اور سقراط کی اور اون سب فلاسفہ الٰہیین

کی جو اوس سے پہلے تھے تردید کی ہے۔ مگر بایں ہمہ اوس کے مذہب میں بھی کچھ رذایل کفر باقی رہگئے ہیں۔ پس اوس کی بھی اور اون کی بھی جو فلاسفہ اسلامئین میں سے اون کے پیرو ہیں جیسے کہ ابن سینا اور فارابی وغیرہ سب کی تکفیر واجب ہے +

کبرت کلمۃ تخرج من افواھہم۔ العجب ثم العجب من الامام حجۃ الاسلام ابی حامد محمد ن الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ان یقول لرجل ھو یقول انا مسلم و یعتقد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ انہ واجب تکفیرہ۔ اللھم اغفر وارحم واحفظنا من شرور انفسنا ومن سئیات اعمالنا من یھدیہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔

قولہ رحمہ اللہ فی اقسام علومھم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ فلاسفہ کے علوم چھ قسم کے ہیں۔ ریاضی۔ منطقی۔ طبیعی۔ الٰہی سیاستی۔ خلقی۔ یعنی اخلاقی +

اوّل علم ریاضی متعلق ہے علم حساب و ہندسہ اور علم ہیئتہ سے اور ان علوم کی کوئی چیز امور دینی سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ علوم مضبوط دلیلوں پر مبنی ہیں کہ اون کے سمجھنے کے بعد اون کی مخالفت کیلئے کوئی راہ ہی نہیں ہے +

لیکن امام صاحب کا یہ قول نسبت علم ہیئت کے کسیطرح صحیح نہیں ہے۔ جسقدر علم ہیئتہ علما ومفسرین کی اون تفسیروں سے جو اونھوں نے آیات قرآنی متعلق علم ہیئتہ کے کی ہیں اور دیگر احادیث اور روایات مرویہ مذہب اسلام میں بیان ہوئی ہیں وہ کسیطرح علم ہیئتہ کے موافق نہیں ہیں۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان میں پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا۔ آسمانوں میں دریاؤں کا ہونا۔ آفتاب کا گرم پانی کے چشمہ میں ڈوبنا وغیرہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں کہ علم ہیئتہ

قدیم یونانی جو فلاسفہ الیتیین کا تھا بالکل اوس کی تکذیب کرتا ہی اور وہ اوس علم کی تکذیب کرتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جوابات قرآنی اور روایات اسلامی سے اخذ کرکے ایک ہیئتہ اسلامی بنائی ہی اور اوسپر ایک رسالہ مسمی بہ الھیئتہ السنیہ فی الہیئتہ السنیہ۔ تحریر کیا ہی ایک مسئلہ بھی اوس کا علم ہیئتہ یونانی سے موافقت نہیں رکھتا۔ اوسمیں بلاسنا د روایات لکھا ہی کہ عرش یعنی فلک الافلاک کے گرد چار نہریں ہیں ایک نور کی ایک نار کی ایک برف کی ایک پانی کی۔ پھر لکھا ہی کہ کل دنیا کے لوگونکی جسقدر بولیاں ہیں اتنی ہی زبانیں عرش کی ہیں۔ پھر لکھا ہی کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے اور عرش کے نیچے بحر مسجور ہے۔ ایک روایت کی سند پر لکھا ہے کہ عرش سبز زمرد کا ہے اوس کے چار پاؤں یاقوت احمر کے ہیں عرش کے آگے ستر ہزار پردے ہیں ایک نور کا ایک ظلمت کا جبرئیل نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی پاس جاؤں تو جل جاؤں ؎

اگر یک سر موے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

پھر لکھتے ہیں کہ زمین کے گرد پیتل کا پہاڑ ہے جو زمین کے محیط ہے پھر لکھتے ہیں کہ سات زمینیں مثل سات آسمانوں کے تو پر تو ہیں۔ ہر ایک زمین کی موٹائی پانسو برس کی راہ چلنے کی برابر ہے اور ہر ایک طبقۂ زمین کو ایک دوسرے سے اسی قدر فاصلہ ہے۔ رعد کو وہ ایک فرشتہ اور اوس کی آواز کو کڑک اور اوس کی ہاپٹ کوڑہ کی چمک کو بجلی قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو مثل ایک قبہ کے کہتے ہیں اور اوس میں دروازہ قرار دیتے ہیں ؛

مد و جزر سمندر کی بابت روایت کرتے ہیں کہ جب فرشتہ سمندر میں پاؤں رکھدیتا ہے تو مد ہوتا ہے جب نکال لیتا ہے تو جزر ہوتا ہے۔

غرضکہ اسی طرح لغو و مہمل موضوع روایتیں اسلام میں ملائی ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی مذہب اسلام ہے اور اس پر یقین کرنا چاہئے اور علماء نے بھی مثل روایات مذہبی کے اونکو اپنی تصنیفات

میں جگہ دی ہے اور علم ہیئتہ یونانی ان سب کی تکذیب کرتا ہے۔
پس ہیئتہ یونانی اور اوسکے مسائل کو بالکلیہ دین سے تعلق ہے تاکہ اونکی تردید کیجاوے یا وجہ تطبیق بیان ہو۔
اگر ہم ہیئتہ قدیم یونانی سے درگذر کریں اور ہیئتہ جدید پر جواب تمام علمی دنیا میں مسلم ہے نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ہر ملک کے اہل علم کا اوس پر اتفاق ہوتا جاتا ہے تو وہ تو مثل آگ اور خشک پھوس کے موجودہ مسائل اسلام کے نہ کہ ٹھیٹ اسلام کے برخلاف ہے پس یہ کہنا کہ دین کو نفیاً و اثباتاً اوس کی کسی چیز سے تعلق نہیں ہے۔ صریح غلطی ہے۔
دوم علم منطق۔ اوسکی نسبت بھی وہ لکھتے ہیں کہ اوس کے مسائل کو دینیات سے کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ بات قابل تسلیم کے ہے۔ مگر یوں کہنا چاہیئے کہ دینیات میں وہی مسائل ہیں جو علم منطق میں ہیں +
سوم علم طبیعی۔ اس کی نسبت امام صاحب نے اپنی اس کتاب میں بہت کم لکھا ہے اور کتاب تہافتہ الفلاسفہ کا حوالہ دیا ہے اور کتاب تہافتہ الفلاسفہ میں وہ اس علم کی اسطرح پر تشریح کرتے ہیں کہ علوم طبیعیات آٹھ اصولوں پر منقسم ہیں +
(۱) وہ جو جسم سے بحیثیت جسم ہونیکے اوس کی تقسیم اور حرکت اور تغیر سے۔ اور حرکت کے توابع سے یعنی زمانہ۔ جگہہ۔ خلا۔ سے متعلق ہیں +
(۲) وہ علوم جنمیں آسمانوں کا اور اونکا جو فلک قمر کے پیٹ میں ہیں عناصر اربع (خاک و آب و باد و آتش) اور اونکی طبیعتوں کا اور اونکے اپنی اپنی جگہہ پر ہونے کی وجہ کا بیان ہے۔
(۳) وہ علم جنمیں چیزوں کے ہونے اور بگڑ جانے اور چیزونکی پیدائش ہو جانے اور پیدائش ہونے اور بڑے ہونے اور بڈھے ہونے اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بنجانے اور پچھتروں کے اثر میں جو آسمانوں کی شرقی و غربی حرکتونکے سبب سے اشخاص کی خرابی پر ہوتے ہیں بیان ہے۔

(۴) وہ علم جنمیں اون باتوں کا بیان ہے جو عناصر اربع کے باہمی امتزاج سے ظاہر ہوتے ہیں اور اون کے سبب سے آثار علویہ بادل مینہ کڑک بجلی بالہ قوس قزح کا ہونا بجلی کا گرنا۔ جھکڑیا ہوا کا چلنا۔ بھونچال کا آنا ظہور میں آتے ہیں +

(۵) علم معدنیات (۶) علم نباتات۔ (۷) علم حیوانات (۸) علم نفوس حیوانی یعنی اون قوتوں کا بیان جنسے حیوانات چیزوں کو دریافت کرسکتے ہیں اور یہ کہ نفس انسانی بدن کے مرجانے سے نہیں مرتا اور وہ ایک جوہر روحانی ہے اوس کو فنا نہیں ہوسکتی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آٹھوں امور تو بطور اصول کے تھے اور اونکے فروعات سات ہیں

(۱) طب اور اوس کا مقصد بدن کے مبادی کا اور اوسکے احوال کا بلحاظ صحت اور مرض اور اُسکے سببوں اور اوس کی دلیلونکا جاننا ہے تاکہ مرض کو دور کیا جاوے اور صحت کی حفاظت ہو۔

(۲) احکام نجوم۔ اور وہ ایک اٹکل ہی ستارونکی شکلوں سے اور اون کے ملنے سے استدلال کرنے میں کہ دنیا کا اور ملک کا اور پیدائش کا اور سال کا حال کسطرح پر ہوگا۔

(۳) علم فراست۔ (علم قیافہ) اور وہ استدلال کرنا ہے خلقی ہیئت سے اخلاق پر۔

(۴) تعبیر اور وہ استدلال کرنا ہے سونے کی حالت کے تخیلات سے جیساکہ نفس نے اوس کو عالم غیب میں دیکھا ہے اور قوت متخیلہ نے اوس کو دوسری مثال میں متخیل کردیا ہے۔

(۵) علم طلسمات اور وہ آسمانوں کے قوی کا اجرام ارضی سے ملانا ہے تاکہ اس ملانے سے عالم ارضی میں ایک عجیب وغریب کام کرے۔

(۶) علم نیرنجات۔ اور وہ زمین کی متعدد خاصیت کی چیزوں کی قوتوں کا ملانا ہے تاکہ اوس سے کوئی عجیب چیز پیدا ہو جاوے۔

(۷) علم کیمیا۔ اور وہ معدنی چیزوں کے خواص کا تبدیل کرنا ہی تاکہ اوس سے سونا اور چاندی بنجاوے

اِس کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان علوم کے کسی امر سے شرعًا مخالفت لازم نہیں ہے صرف چار مسئلے ان علموں کے ہیں جنہیں ہم مخالفت کرتے ہیں

پہلا مسئلہ۔ حکماء کا یہ قرار دینا ہے کہ دو چیزوں یعنی سبب اور مسبب کا ملنا جو ظاہر میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ ملنا لازمی اور ضروری ہے اور نہ تو یہ قدرت میں ہے اور نہ امکان میں ہے کہ سبب بغیر مسبب کے پیدا ہو۔ اور مسبب بغیر سبب کے +

دوسرا مسئلہ۔ اون کا یہ قول ہے کہ نفوس انسانی مستقل چیزیں ہیں اور خود اپنی آپے سے موجود ہیں جسم میں پیوستہ نہیں ہیں اور موت کے معنی بدن سے اون کا قطع ہو جانا ہے۔ مگر وہ بدستور ہر حال میں اپنے آپے سے موجود ہیں +

تیسرا مسئلہ۔ اون کا یہ قول ہے کہ ان نفوس کا معدوم ہونا محال ہے بلکہ جب یہ پائے جاتے ہیں تو ابدی اور سرمدی ہوتے ہیں اون کا فنا ہونا متصور نہیں۔

چوتھا مسئلہ۔ اون کا یہ قول ہی کہ ان نفوس کا جبکہ وہ جسموں سے علیحدہ ہو جاویں تو پھر اون کا جسموں میں دوبارہ آنا محال ہے۔

ہم ان چاروں مسئلوں کی صحت وعدم صحت پر پھر کسی آرٹکل میں بحث کریں گے اس وقت یہ تبلانا ہی کہ صرف یہی چار مسئلہ نہیں ہیں بلکہ اون علوم کے اور بھی مسائل ہیں جو مذہب اسلام یا موجودہ مسائل اسلام کے برخلاف ہیں +

علوم طبیعی تمام اُن امور کے وقوع سے انکار کرتے ہیں جو مافوق الطبیعۃ ہیں اور یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو موجودہ مسائل مسلمہ اسلام کے کلیتہً برخلاف ہی جس سے تمام معجزات انبیاء علیہم السّلام اور کرامات اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انکار لازم آتا ہے۔ پس اس مسئلہ کی تردید یا توفیق اہل اسلام کو ضروری ہی۔ علوم طبیعی امکان محض کو حجت نہیں قرار دیتے جبتک کہ اون کا وقوع نہ متحقق ہو اور اس سے تمام

دلائل علم کلام کے ساقط ہو جاتے ہیں۔

علوم طبیعی تبدیل ماہیت اشیاء کے منکر محض ہیں اور لا تبدیل لخلق اللہ کے قایل ہیں مگر موجودہ اصول اسلام اوس کے برخلاف ہیں +

علم نجوم۔ نہایت تعجب ہے کہ امام صاحب اس علم کی نسبت یہی تحریر فرماتے ہیں کہ اوس سے مخالفت لازم نہیں ہے حالانکہ اس علم کے مسائل کثیر ایسے ہیں جنکو اسلام غلط اور جھوٹا بیان کرتا ہے۔

علم نجوم کے وہ مسائل جو حسابیات سے متعلق ہیں مثل حرکات و اجتماع و تفرق کواکب اور کسوف و خسوف جس کی تحقیق بذریعہ رصد کے کیگئی ہے اور جنکے حساب زیچوں اور تقویموں میں مندرج ہیں در حقیقت وہ مسائل نجوم نہیں ہیں بلکہ مسائل حسابیہ علم ہیئت ہیں جو اہل تنجیم کام میں لاتے ہیں۔ اور اوس حرکت اور اجتماع و تفرق سے جو نتائج آفاق میں پیدا ہوتے ہیں وہ بھی علم نجوم کے مسایل نہیں ہیں بلکہ علم طبیعیات کے جسمیں نجوم داخل نہو مسائل محققہ ہیں۔ اہل تنجیم اون مسائل کو بھی کام میں لاتے ہیں +

علم نجوم خالص وہ علم ہے جس سے انسانوں کی قسمت اونکی زندگی و موت اونکی عمر اونکی بیماری و صحت اونکی آیندہ زندگی کے حالات دولتمندی و مفلسی وغیرہ کی پیشین گوئی کیجاتی ہے۔ اوقات کی اور ایام کی سعادت و نحوست بتائی جاتی ہے۔ ہر ایک کام کے لیے ایک ساعت نیک سمجھی ہیں جسمیں اوس کے کرنیکی اجازت دیجاتی ہے اور اوس کے سوا ساعات بد سمجھے جاتے ہیں جنمیں اوسی کام کے کرنیکو برا یا منحوس یا مثمر خلاف مراد سمجھا جاتا ہے قبل وقوع کسی واقعہ کے جو انسان سے متعلق ہے اوس کے وقوع کی پیشین گوئی کیجاتی ہے۔ پس در حقیقت اصلی علم نجوم یہ ہے جسکو عقل اور مذہب اسلام جھوٹا اور باطل بناتا ہے +

علم طلسمات۔ امام صاحب نے جسکو علم طلسمات قرار دیا ہے وہ قدیم علم کہنہ ضالہ کا ہے کیسے قوائے آسمانی اور کیمیاوں کو اجرام ارضی سے ملانا۔ اسیکا نام عرف عام میں جادوگری ہے جسکی نفرین عقلاً اور اسلاماً ہر مسلمان کو لازم ہے۔ تعجب ہے کہ امام صاحب لکھتے ہیں کہ اس علم سے شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے۔

مثل مشہور ہی کہ جادو برحق ہی مگر کرنیوالا کافر ہی اِس مثل کے پہلے جملہ میں غلطی ہی صحیح مثل یوں ہونی چاہئے کہ جادو غلط اور جھوٹ اور فریب ہے مگر کرنیوالا کافر ہے۔

علم کیمیا کی نسبت جو امام صاحب نے لکھا ہی اوسکی نسبت ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ اس علم سے بالکل ناواقف معلوم ہوتے ہیں اور سونا اور چاندی ہی بنانیکی دھن میں پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

چہارم علم الٰہی یعنی الٰہیات۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ خود فلاسفہ کے مسائل الٰہیات میں اختلاف ہی مگر ارسطاطالیس کا مذہب جیسا کہ فارابی اور ابن سینا نے بیان کیا ہی قریب تر مذہب اسلام کے ہی صرف بیس مسئلوں میں غلطی ہے۔ تین مسئلے تو ایسے ہیں جنکے سبب سے اون کی تکفیر واجب ہے اور سترہ مسئلے ایسے ہیں جنکے سبب سے اون کو اہل بدع کہنا لازم ہی۔ اس کتاب میں امام صاحب نے صرف اون تین مسئلوں کا مختصر بیان کیا ہے اور وہ تین یہ ہیں۔

(۱) اون کا یہ کہنا کہ اجساد محشور نہیں ہونگے اور ثواب یا عذاب روح مجردہ کو ہوگا اور عذاب روحانی ہوگا نہ جسمانی۔

(۲) اون کا یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ کو کلیات کا علم ہے جزئیات کا علم نہیں ہے۔

(۳) اون کا یہ کہنا کہ عالم قدیم و ازلی ہے۔

باقی مسائل جو صفات کی تقریر و تفہیم سے متعلق ہیں یا اون کا یہ کہنا کہ خدا اپنی ذات سے علیم ہے لی اصفات سے زیادہ نہیں جانتا اور اسی طرح کے اور مسائل ہیں۔ ان مسائل میں اُن کا مذہب معتزلہ کے مذہب کے قریب ہے اور معتزلیوں کی تکفیر واجب نہیں ہے اِس کی تفصیل کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں بیان ہوئی ہے۔

پنجم علم سیاست۔ اِس کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم حکما کا کلام مصلحت دنیوی سے اور سلطنت سے علاقہ رکھتا ہے اور اونھوں نے اوس کو کتب منزلہ من اللہ اور احکام ماثورہ

اولیاء سے اخذ کیا ہے ۔

اِس بیان سے امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اِس علم میں بھی شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے ۔ مگر مجھکو اس میں بھی کلام ہے کیونکہ اگر اون تمام احکام کو جو کتب فقہ میں مندرج ہیں احکام شرعی قرار دئے جاویں تو متعدد مسائل سیاست حکماء میں اور اون میں اختلاف بیّن ہی پھر کیا وجہ ہے کہ شرعاً اون کی مخالفت لازم نہ ہو +

ششم علم اخلاق ۔ اسکی نسبت بھی امام صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صفات نفس اور اوس کے اخلاق اور اوسکی درستی اور مجاہدات سے متعلق ہے اور اُنہوں نے اوس کو کلام صوفیہ کرام سے اخذ کیا ہے یعنی اوس کی بھی شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے ۔

مگر اس میں نہایت شبہہ ہے کہ آیا حکماء نے وہ علم اور اوس کا طریقہ صوفیہ کرام سے اختیار کیا ہی یا صوفیہ کرام نے حکماء عظام سے ۔ علاوہ اِس کے وہ طریقہ اختیار کرنا اور اوس طریقہ سے تہذیب نفس اور صفات نفسانی کا حاصل کرنا مقصود شارع علیہ السلام ہے یا نہیں ۔ اور مذاہب سے قطع نظر مقتضائے فطرت انسانی جس میں مرضی الٰہی مضمر ہے سمجھا جا سکتا ہے ۔ یا نہیں +

یہ ہیں خیالات امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت ہم ان مسائل پر بموجب اپنی تحقیق کے بحث کریں گے ۔ واللہ المستعان +

تمت بالخیر

مطبوعہ فیض عام پریس علیگڈہ
سنہ ۱۸۹۹ع

الرُّوحُ وَحَقِيقَتُهَا

الامام الغزالی رحمہ

و

الروح وحقیقتہا

ھذا انتخاب من کتابہ المسمی بالمضنون بہ علی غیر اھلہ

وانا سمیتہ بالمضنون الاخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ روح کوئی جسم نہیں ہے کہ وہ بدن میں اس طرح چلیگئی ہو جیسے پانی برتن میں اور نہ عرض ہے یعنی ایسی چیز نہیں ہے جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو اور دل و دماغ میں اس طرح گھس گئی ہو جیسے کالی چیز میں کالکی یا عالم میں علم بلکہ وہ جوہر ہے یعنی آپ اپنے آپ سے قایم ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے پیدا کرنیوالے کو جانتی ہے اور معقولات کو پالیتی ہے اور جو چیز کہ دوسری چیز کے ساتھ قایم ہوتی ہی یعنی عرض ہوتی ہے اوس میں یہ صفتیں نہیں ہوتیں +

اور وہ جسم بھی نہیں ہے کیونکہ جسم تقسیم ہونیکے لایق ہوتا ہے یعنی اوس کے دو چار دس بیس وغیرہ حصے ہو سکتے ہیں اور روح تقسیم ہونیکے قابل نہیں ہے۔ اور دلیل سے ثابت ہے کہ وہ واحد ہے اور تمام عقلائنے اتفاق کیا ہے کہ وہ جزء لایتجزیٰ کے مانند ہے یعنی ایسی شئے ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتی +

اور وہ متحیز بھی نہیں ہے یعنی اوس نے کوئی جگہ بھی نہیں گھیری ہے جیسکہ ہر ایک جسم بقدر اپنے جسم کے جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ جو چیز متحیز یعنی جگہ گھیرے ہوئے ہوتی ہے وہ تقسیم کے قابل ہوتی ہے اور جزء لایتجزیٰ یعنی چھوٹی سے چھوٹی چیز جو جگہ گھیرے ہوئے ہوا ور تقسیم نہ ہوسکے اوس کا ہونا باطل ہے یعنی محال ہے پس ثابت ہے کہ روح جوہر ہے یعنی اپنے آپ سے قائم ہے۔ اور متحیز یعنی جگہ گھیرے ہوئے بھی نہیں ہے۔

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ روح نہ تو انسان کے بدن میں داخل ہے اور نہ اوس سے خارج ہے اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے اور نہ اوس سے جدا ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں ایسی چیز سے علاقہ رکھتی ہیں جسکا جسم ہوا ور متحیز ہو اور روح میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ وہ کسی جہت میں بھی نہیں ہے اور نہ کسی جگہ میں حلول کئے ہوئے ہے کیونکہ یہ صفتیں بھی جسم دار چیز سے یا ایسی چیز سے جو دوسری چیز کے ساتھ موجود ہو یعنی عرض ہو علاقہ رکھتی ہیں اور روح جسم ہونے سے اور عرض ہونیسے پاک ہے +

مگر واضح ہو کہ کرامیہ اور حنبلی یعنی حضرت امام احمد حنبل کے پیرو روح کو جسم مانتے ہیں اور اشاعرہ اور معتزلہ اوسکا جسم تو نہیں مانتے مگر اوسکے لئے جہت کا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

جبکہ امام صاحب نے روح کو ایسا مانا کہ وہ ایک جوہر یعنی ایک ذات ہے اور قایم بالذات ہے یعنی آپ اپنے آپسے قایم ہے اور اپنے آپ کو جانتی ہے اور معقولات کو دریافت کرلیتی ہے اور نہ جسم ہے اور نہ متحیز ہے اور نہ تقسیم کے قابل ہے اور نہ کسی خاص طرف کو ہے اور نہ کسی خاص جگہ میں حلول کئے ہوئے اور نہ کسی دوسری چیز کے ساتھ قایم ہے۔ اور نہ کسی جسم میں داخل ہے نہ اوس سے خارج ہے اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے

اور نہ اوس سے جدا ہے تو یہی سب صفتیں خدا کی ذات پاک کی ہیں اور اِس سے لازم آتا ہی کہ روح بھی خدا کی مانند ہے۔

اِس کا جواب امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ خدا میں بھی یہ صفتیں ہیں مگر یہ صفتیں خدا کی مخصوص صفتوں میں سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی مخصوص صفتیں اوس کا قیوم ہونا ہے یعنی وہ اپنی ذات سے قایم ہے اور باقی تمام چیزیں اوس کی ذات کے سبب سے قایم ہیں اور آپ ہی آپ موجود ہے اور سب چیزیں آپ ہی آپ موجود نہیں ہیں بلکہ اون کا وجود عارضی ہے اور خدا کا وجود ذاتی +

جو جواب کہ امام صاحب نے دیا اگر اوس کو تسلیم کر لیا جاوے تو اون صفات سے جو روح کی بیان کی ہیں یہ بات لازم ہوتی ہے کہ روح قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

اِس کا جواب عجیب طرح سے امام صاحب نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ روح کو جو غیر مخلوق کہتے ہیں اوس کا مطلب یہ ہے کہ اوس کا اندازہ کمیت سے کہ کتنی ہے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ کسی چیز کا اندازہ اسطرح پر کہ کتنی ہے اوس وقت ہوسکتا ہی جبکہ وہ چیز یعنی کسیقدر جگہ کو گھیرے ہوئے اور تقسیم ہوسکتی ہو۔ مگر روح نہ متحیز ہی اور نہ تقسیم ہوسکتی ہی نہ اوسکے ٹکرے ہوسکتے ہیں مگر اوس کو مخلوق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہوئی ہے اور قدیم نہیں ہے اور وہ حادث ہوتی ہے یعنی پیدا ہوتی ہی جبکہ نطفہ میں اُس کے قبول کرنیکا استعداد پیدا ہوتا ہی۔

امام صاحب کا مذہب یہ ہی کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں بلکہ بعد وجود ابدان کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں۔ کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے روح واحد ہوگی یا کثیر یعنی بہت سی ہونگی۔ پھر وہ ایک لمبی دلیل لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان روح کا واحد

ہونا یا کثیر ہونا دونوں باطل ہیں اور جب وہ دونوں باتیں باطل ہوئیں تو روح کا قبل بدن موجود ہونا باطل ہوا ۔

امام صاحب سے پوچھا گیا کہ جب ارواح بشری کثرت سے موجود نہیں ہو سکتیں تو انسانوں کے بدن سے اون کے مرنے پر جدا ہو جانیکے بعد کیونکر کثرت سے موجود ہو جاویں گی اور آپس میں متغایر بھی ہوں گی ۔

اِس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ بدن کے ساتھ متعلق ہونیکے بعد روح نے مختلف اوصاف مثلاً علم وجہل اور صفائی اور کدورت اور حسن اخلاق اور اخلاق قبیح حاصل کئے ہیں اور اسی سبب سے وہ ایک دوسری سے متغائر ہوگئی ہیں اور اون کی کثرت سمجھ میں آتی ہے ۔ مگر جسموں سے متعلق ہونیکے پہلے اِس تغایر کے اسباب موجود نہ تھے اور اسی لئے اون کا کثیر ہونا باطل تھا ۔

مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب امام صاحب نے روح کو مادی نہیں مانا بلکہ ایک جوہر غیر متحیز یعنی بغیر جسم کے مانا ہی اور یہ تسلیم کیا ہی کہ نہ وہ جسم میں داخل ہی نہ اوس سے خارج ہی اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے اور نہ اوس سے جدا ہی بلکہ اوس کا تعلق بدن سے صرف ایسا ہی جیسیکہ صورت کا آئینہ میں تو وہ انسان کے افعال سے خلاق حسن یا اخلاق قبیح کیونکر حاصل کر سکتی تھی تاکہ انسانوں کے مرنیکے بعد اونکی روحوں میں تغایر پیدا ہو اور کثرت روحوں کی وجود پذیر ہو ۔

علاوہ اِس کے ایک امر بحث طلب اور باقی رہا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ انسانوں میں توالد اور تناسل جاری ہی اور آن واحد میں بہت سے نطفے روح کے قبول کرنیکا استعداد پیدا کرتے ہیں اور ضرور ہی کہ ہر ایک کیلئے روح حادث ہو پس روح کا آن واحد میں کثرت سے حادث ہونا یا موجود ہونا بلا کسی اختلاف کے لازم آتا ہی اور جو کہ کوئی زمانہ اور کوئی آن ایسے نطفوں کے وجود سے جنہوں نے روح کے قبول کرنیکا استعداد پیدا کر لیا ہو خالی نہیں ہی تو ہر آن میں روح کا کثرت سے موجود ہونا بروقت وجود ابدان کثیر لازم آتا ہی اور کثرت ارواح موجودہ باطل نہیں ہوتی ۔

امام صاحب نے جو یہ مذہب اختیار کیا ہی کہ روحیں پہلے سے موجود نہیں ہیں بلکہ اجساد کیساتھ حادث ہوتی ہیں تو اس حدیث کے کہ "خلق اللہ تعالیٰ الارواح قبل الاجساد بالفی عام۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے روحوں کو دو ہزار برس پہلے جسموں سے پیدا کیا ہی کیا معنی ہونگے +

اسکے جواب میں امام صاحب عاجز ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کرنی چاہئیے اور تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ارواح سے ارواح ملائکہ مراد ہیں اور اجساد سے اجساد عالم وفیہ ما فیہ

جو مذہب کہ امام صاحب نے اختیار کیا ہی اوس میں ایک اور دقت ہی کہ نطفہ کی یا مادہ کی عناصر کی ترکیب اور امتزاج سے جو جسم لطیف حادث ہوتا ہی وہ وہ شئے ہی جس سے نمو اور جسم کا وجود متعلق ہی اور وہ اشجار و حیوان دونوں سے علاقہ رکھتا ہی جو کیفیت اور استعداد کسی درخت کے بیج میں بو دینے کے بعد پیدا ہوتی ہے وہی نطفہ میں بھی پیدا ہوتی ہی اور وہی اوس مادہ میں پیدا ہوتی ہے جس سے خود بخود کیڑے مکوڑے حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اوس شے پر جو حیوانی مادہ میں اسیطرح حادث ہوتی ہے جیسکہ شجری مادہ میں روح کا جس سے ہم بحث کر رہے ہیں اطلاق نہیں ہو سکتا گو کہ بعض دفعہ اس کا نام روح حیوانی اور روح نباتی کہا جاوے۔ پس بموجب مذہب امام صاحب کے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ روح جس سے بحث ہی اور وہ شے جو نطفہ میں بسبب امتزاج اور ترکیب مادہ کے پیدا ہوتی ہی ایک ہی چیز ہے اور یہ صریح البطلان ہے یا نطفہ میں دو طرح کا استعداد پیدا ہوتا ہی ایک وہ جبکہ اون میں استعداد قبول روح حیوانی ہوتی ہے اور دوسری وہ جبکہ اوس میں وہ استعداد پیدا ہوتا ہی جس کے سبب سے یا جس کے لئے روح انسانی حادث ہوتی ہی اور مثل عکس آئینہ تعلق پکڑتی ہی ولکنہ فیہ ما فیہ +

مگر تعجب یہ ہی کہ امام صاحب نے اپنی کتاب المضنون بہ علی اہلہ میں روح کی یہ تعریف لکھی ہی کہ "وہ ایک جسم لطیف ہی اخلاط کے بخار سے مرکب اور اوس کا منبع دل ہی اور اوسمیں قوائے

نفسانی وحیوانی دونوں ہیں اور اوسی سے قوت حساسہ اور اعضا کی حرکت حاصل ہوتی ہے۔
اور ظاہر ہے کہ اس تعریف میں وہ روح انسانی داخل نہیں ہوسکتی جس پر ہم اس مقام میں
بحث کر رہے ہیں اور جس کا ذکر امام صاحب نے المضنون الاخیر میں کیا ہے۔

واما مذہب بعض الفلاسفۃ الالٰہیین فی ہذا الزمان ہذا

اوّل وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ تعقل اور ارادہ صرف ترکیب عناصر یا امتزاج
مادہ سے پیدا نہیں ہوسکتا البتہ تاثر پیدا ہوتا ہے مگر تاثر اور چیز ہے اور تعقل اور ارادہ اور چیز ہے۔
وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام حیوانات میں وہ انسان ہوں یا حیوان سب
میں تعقل اور ارادہ ہے اور وہ شے جس سے تعقل اور ارادہ ہے وہ اس چیز کے علاوہ ہے
جو ترکیب عناصر یا امتزاج مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پس وہ اوسی شے کو جس سے انسان
میں اور حیوانات میں تعقل اور ارادہ پیدا ہوتا ہے روح کہتے ہیں +
وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان میں اور حیوان میں اور نیز ایسی مخلوق میں
اگر ہو جو مافوق الانسان اور غیر مرئی اور ذی تعقل و ارادہ ہو جس کے وجود کا ثبوت ابتک اونکے
نزدیک کتاب وسنت سے نہیں ہوا۔ وہی ایک روح ہے۔ وہ حیوانات میں بھی روح مانتے
ہیں جیسکہ انسان میں اور دونوں کی روحوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتے بلکہ متحد مانتے ہیں اور
اون کے افعال کے تفاوت کو اون کی ترکیب اعضا کے اختلاف پر جنکے ذریعہ سے روح
کام لیتی ہے محول کرتے ہیں۔
وہ اس کی مثال ایک اسٹیم انجن کے کارخانہ کی دیتے ہیں جسمیں مختلف کام کرنی کی
کلیں لگی ہوئی ہوں۔ اون تمام کلوں کو حرکت دینے والی صرف وہی ایک اسٹیم ہے مگر وہ کلیں
جن مختلف کاموں کے لئے لگائی گئی ہیں وہ مختلف کام دیتی ہیں +

یہی حالت انسانوں اور حیوانوں کی ہے ہر ایک انسان میں اور ہر ایک حیوان میں
جس کام کے لائق اوس کے اعضا کی ترکیب ہی وہ وہی کام کرتا ہی +
حیوانات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اونکے اعضا کی ترکیب میں بجز ایک محدود کام کرنیکی قابلیت کے
اور کچھہ نہیں ہی اور اسی لئے وہ اوامر و نواہی کے مکلف نہیں ہیں ورنہ اونکی روح کوئی نئی چیز کسب کرتی ہی
مگر انسان کے اعضا دل و دماغ کی ترکیب ایسی ہے کہ اوس میں غیر محدود کام کرنیکی
قابلیت ہی اور نیز اون میں یہ بھی قابلیت ہی کہ وہ اسٹیم اونسے بطور ایک انجنیر کے کام
لے یعنی کسی کل کو بند کر دے کسی کو چلنے دے کسی کو تیز کر دے کسی کو سست کر دے
اور اسی قابلیت کے سبب وہ مکلف ہی۔ وَلِلّٰہِ در من قال ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید	قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ما قولھم فی ماھیت الروح وحقیقتھا

اون کا یہ قول ہے کہ کسی شے کی ماہیت کا جاننا انسان کی عقل سے خارج ہی وعلم ادم
الاسماء کلھا وما علم ماھیۃ المسمے یعنے الاسماء۔ جو چیزیں کہ محسوس ہیں اونکے
عوارض کو انسان جان سکتا ہی نہ اون کی ماہیت و حقیقت کو۔ اور جو چیزیں کہ غیر محسوس
ہیں اون کے ہونے یا نہ ہونے کو جان سکتا ہی۔ مگر اون کی ماہیت کو یا اون کے عوارض
کو نہیں جان سکتا۔ کیونکہ جو ذریعے علم کے خدا نے انسان میں پیدا کئے ہیں اون میں
بجز اس کے کہ اشیاء محسوس کے عوارض کو جان سکیں اور غیر محسوس کے وجود یا عدم وجود
کی تصدیق یا تکذیب کریں اور کچھہ طاقت نہیں ہے۔
روح کی حقیقت یا ماہیت بھی اسی قسم کی ہے اوس کا وجود جاندار مخلوق میں ثابت
ہوتا ہی مگر اوس کی ماہیت مثل تمام اشیاء کی ماہیت کی عقل انسانی سے بالاتر ہی۔ اور جو کہ وہ

کسیطرح پر محسوس نہیں ہی اِس لئے اُوس کے عوارض کا جاننا بھی عقل انسانی سے خارج
ہی اسی لئے اوس بڑے کاریگر (جل جلالہ واعظم شانہٗ) نے فرمایا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربّی
یہی وجہ ہے کہ انسان خدا کے وجود اور اوس کی صفات پر ایمان لانیکو مکلف کیا گیا ہی
نہ اِس بات پر کہ اوس کی ذات کی اوس کی حیات کی اوس کی قدرت کی اوس کے علم کی
اوس کے غضب کی اوس کے رحم کی یعنی اوسکی صفات کی حقیقت و ماہیت کیا ہی ✦
مگر ہاں عقل انسانی جہانتک کہ وسیع ہو سکتی ہی اوس حد تک انسان غیر محسوس چیزوں
کی نسبت بھی اوس کو وسعت دیسکتا ہی۔ روح کی نسبت اسقدر اوس کو وسعت ہو سکتی
ہے کہ روح مخلوق ہی اور جوہر لطیف ہی اور ذی تعقل اور ذی ارادہ کاسب اور مکتسب ہی
اور جب کسی مادہ میں وہ نطفہ ہو یا سڑی مٹی یا اور کوئی چیز استعداد جی ہونیکا یعنی جاندار
ہونے کا پیدا ہوتا ہی تو وہ باندازہ اوس کی استعداد کی اوس میں سرایت کرجاتی ہے
اور اون اعضا سے جو اوس مخلوق میں ہیں وہی کام لیتی ہے جس کام کے لائق وہ بنائے
گئے ہیں۔ یا اوس کے سبب سے وہ اعضا وہ کام کرتے ہیں جنکے لئے وہ بنائے گئے ہیں
اور جب وہ استعداد اون میں باقی نہیں رہتا جسکے سبب سے روح نے اوس میں سرایت
کی تھی تو روح اوس سے علیحدہ ہو جاتی ہے ✦
اوس کی مثال ہیں الکٹرسٹی کی مثال دیجاسکتی ہے الکٹرسٹی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہی
اور وہ تمام اجسام میں بقدر استعداد ہر ایک جسم کے سرایت کئے ہوئے ہے اور جب ہم
کسی مادہ میں ایسی ترکیب پیدا کرتے ہیں جسمیں الکٹرسٹی کے قبول کرنیکا استعداد پیدا ہو
وہ فی الفور اوس میں سرایت کرجاتی ہے اور باندازہ اوس کی استعداد کے سرایت کرتی
ہے اوسی طرح روح بھی بمجرد پیدا ہونے استعداد قبول روح کے اوس شے میں جسمیں وہ

استعداد پیدا ہوا ہے سرایت کرجاتی ہے

ہم بذریعہ آلات اور تراکیب کے الکٹرسٹی کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں ایک جسم میں سے اوسکو خارج کرکے دوسرے جسم میں جسمیں اوس کے قبول کرنے کا استعداد ہے داخل کرتے ہیں اور جسوقت اوس کو کسی جسم سے خارج کرتے ہیں تو آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ ایک جسم لطیف سیال روشن ہے جو مثل پانی کی دھار کے ایک جسم سے نکلتا ہے اور دوسرے جسم میں چلا جاتا ہے اور اوس دوسرے جسم کی نہ جسامت میں تغیر ہوتا ہے نہ اوس کے تحیز میں اور جب اوس جسم میں استعداد قبول باقی نہیں رہتا تو اوس سے علیحدہ ہوجاتا ہے اور اوس جسم لطیف سیال کے ہر ایک جزو میں وہی خاصیت ہے جو اوسکی کل میں ہے۔ اور وہ جسم سیال جو نہایت لطیف ہے اور علی اقول کہلا صم ما دی ہے اور اوسکا جسم اجزاے صغار دی مقراطیسی سے مرکب ہے۔ اسیطرح روح بھی ایک جسم لطیف مخلوق ہے قبل وجود ابدان جو اون اجسام سے جنمیں اوس کے قبول کا استعداد ہوتا ہے۔ بقدر اوس کی استعداد کے اوس میں سرایت کرجاتی ہے اور جب وہ استعداد قبول اوس میں باقی نہیں رہتا اوس سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔ اور اسی کا نام موت ہے ❊

واللہ اعلم۔ وھذا ما الھمنی ربی۔

تمت

مطبوعہ فیض عام پریس علیگڈھ

اللوح والقلم

الامام الغزالی

ومذهبه فی حقیقة اللوح المحفوظ والقلم

علی ما صرح به

فی کتابه المسمی بالمضنون به علی غیر اهله وهو المضنون الصغیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ لوح سے مراد ایسے وجود سے ہے جو اس قابل ہو کہ جو چیزیں اوس پر نقش کرنی چاہیں اوس پر نقش ہو جاویں اور قلم سے مراد ایسے وجود سے ہے جس سے لوح پر جو نقش کرنا چاہیں اوس سے نقش ہو جاوے۔ کیونکہ قلم معلومات کی صورتوں کو لوح پر نقش کرنیوالی چیز ہے اور لوح وہ چیز ہے جس پر اون معلومات کی صورتیں نقش ہوتی ہیں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ قلم نرسل کا اور لوح لکڑی کی ہو۔ بلکہ یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ اون دونو کیلئے جسم بھی ہو۔ کیونکہ قلم اور لوح کی ماہیۃ وحقیقت میں اون کا مجسم ہونا داخل نہیں ہے بلکہ اون کی روحانیت اون کی حقیقت ہے اور اون کی صورت اون کی حقیقت سے زاید جس کے کچھ معنے نہیں ہیں پس کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ کا قلم اور اللہ کی لوح اوس کی انگلیوں اور اوس کے ہاتھ کے لائق ہو اور یہ سب چیزیں ایسی ہوں جو اوس کی ذات کے لائق ہے اور وہ پاک ہوں گی حقیقت جسمیت سے بلکہ وہ سب جواہر

روحانی یعنی روحانی ذاتیں ہونگی بعض تو اون میں سے علم حاصل کرنے والی مثل لوح کے اور بعضی علم دینے والی ہیں مانند قلم کے و ان اللہ تعالی علّم بالقلم اونہوں نے اپنی دوسری کتاب المضنون بہ علی اہلہ میں بھی لکھا ہے کہ جواہر روحانیہ عقلیہ جنمیں تمام موجودات کا نقش ہے شرع میں اوسی کو لوح محفوظ سے تعبیر کیا ہے پس امام صاحب کی اِس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوح و قلم کے ایسے وجود کے جو مجسم ہو قائل نہیں ہیں ٭

مگر جن مشکلات اور پیچیدگی سے اونہوں نے اِس کو بیان کیا ہے اور لوح و قلم کی روحانیت کو صرف ایک فرضی طور پر جواہر موجودہ قرار دیا ہے وہ کسی طرح سمجھ میں آنے اور تسلی دینے کے قابل نہیں ہے وَ ما ھو الا تحکم وَ تجوز۔

واما مذھب بعض الفلاسفۃ الالٰھیین فی ھذا الزمان ھذا

وہ بھی قلم کو نہ نرسل کا قلم مانتے ہیں اور نہ لوح کو کاٹ کی تختی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قلم سے وہ چیز تعبیر کی گئی ہے جس سے وہ نتیجہ حاصل ہو جو قلم سے حاصل ہوتا ہے یعنی ظہور صور معلومات کا اور لوح سے وہ چیز تعبیر کی گئی ہے جس میں صور معلومات جس کو قلم نے ظاہر کیا ہے قایم اور موجود رہیں ۔ پس منجملہ صفات باری جل شانہ کے ارادہ اور علم دو صفتیں ہیں جنکو لوح و قلم سے تعبیر کیا ہے ارادہ کو قلم سے اور علم کو لوح محفوظ سے کیونکہ اوس کے ارادہ سے تمام صور موجودات کو پیدا کیا ہے اور اوس کے علم میں تمام ما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا سب موجود ہے ۔

علم کو لوح محفوظ سے تعبیر کرنے میں ایک اور نکتہ ہے کہ انسان کا علم تین زمانوں

ماضی وحال واستقبال سے علاقہ رکھتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا علم بالکلیہ حالیہ ہے یعنی ماضی اور استقبال کو اوس میں گنجایش نہیں ہے۔ ماضی و استقبال بھی مثل حال کے اسی وقت علم الٰہی میں حاضر ہے ماکان ومایکون وماسیکون فی الحال اوس کے علم میں موجود ہے لوح میں جو چیز ثبت ہو ماضی کی یا حال کی یا استقبال کی اوس کا علم بھی فی الحال موجود ہوتا ہے پس علم باری کا لوح محفوظ سے تعبیر کرنا انسانوں کے سمجھانے کے لئے نہایت ہی پر لطف تھا اور ارادہ کا قلم سے تعبیر کرنا ایسا لطیف استعارہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کو نہیں سوجھ سکتا۔ فقط +

واللہ اعلم وھذا ما الھمنی ربی

تمت

در مطبع فیض عام علیگڈھ طبع شد

الصراط والميزان

الامام الغزالی

واقوالہ المختلفة فی الصراط والمیزان

الصراط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھتے ہیں کہ صراط حق ہی اوس کی تصدیق واجب ہے کیونکہ وہ ممکنات میں سے ہے اور وہ ایک پل ہے جہنم کے اوپر تنا ہوا تمام لوگ اوس کو دیکھیں گے جب وہ اوس پر پہنچیں گے تو فرشتے اون کو اوس پر ٹھہرائیں گے تاکہ اون سے سوالات کئے جاویں +

اِسکے بعد امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر کہا جاوے یہ کیونکر ہوسکتا ہے روایتوں میں آیا ہے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا پھر کس طرح اوسپر سے جانا ممکن ہی۔

اِس کے جواب میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات ایسے شخص نے کہی ہے جو خدا کی قدرت کا منکر ہے تو اوس کے مقابلہ میں خدا کو ہر ایک امر پر قادر ہونا ثابت کیا جاویگا اور اگر وہ خدا کی قدرت عام کا قایل ہے تو یہ بات ہوا پر چلنے سے زیادہ عجیب نہیں ہے پھر خدا تعالیٰ ایسی قدرت کے پیدا کردینے میں قادر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خدا ہوا میں ایسی قدرت پیدا کرسکتا ہے کہ اوس پر لوگ چلسکیں اور نیچے کی ہوا میں نیچے کو دبنا

یا جھکنا نہ ہو اور نہ ہوا میں پھٹ جاتا رہے ۔ پھر جب ہوا میں ایسا کر دینا ممکن ہے تو صراط گو وہ کیسا ہی باریک ہو ہر طرح پر ہوا سے تو زیادہ مضبوط ہے (والعجب ثم العجب علیٰ ما قالہ الامام فی ھذا المقام)

امام صاحب اپنی کتاب المضنون بہ علیٰ غیر اہلہ میں یعنی المضنون الاخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ صراط پر ایمان لانا حق ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ بال کی مانند ہے تو بال کی باریکی کو بھی اوس سے مناسبت نہیں ہے جسطرح کہ خط مصطلحہ علم ہندسہ کی باریکی میں جو دھوپ اور چھاؤں کے بیچ میں فاصل ہے بال کی باریکی کو کچھ نسبت نہیں ہے ۔ صراط کی باریکی خط ہندسی کی باریکی کی مانند ہی جسمیں مطلقاً عرض یعنی چوڑا پن نہیں ہوتا اگر ایسے خط کا تو وجود ذاتی نہیں ہوتا پھر کیا امام صاحب کے نزدیک صراط کا بھی وجود ذاتی نہیں ہی)

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد ہے اخلاق متضادہ جو انسان میں ہیں اون میں توسط حقیقی اختیار کرنا ۔ مثلاً سخاوت اور فضول خرچی میں اور شجاعت میں اور جاہلانہ بیرحمی اور بزدلی میں اور خرچ کرنے اور کنجوسی میں اور تواضع میں اور تکبر اور نالایق مزاج میں اور عفت اور شہوت رانی میں اور نامردی میں ۔ یہ سب اخلاق متضادہ ہیں اور اون کے دو سرے ہیں ایک افراط دوسرا تفریط اور یہ دونو مذموم ہیں اور دونو سروں کا جو بیچا بیچ ہے وہ توسط ہے کہ کسی طرف مائل نہیں ہے نہ زیادتی کیطرف نہ کمی کی طرف جیسکہ وہ خط جو دھوپ اور چھاؤں میں فاصل ہے نہ تو اوس کو دھوپ میں کہہ سکتے ہیں نہ چھاؤں میں +

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ جہانتک ہو سکے فرشتوں کی مشابہت پیدا کرے جنمیں اوصاف متضادہ جیسے کہ انسان میں ہیں نہیں ہیں ۔ انسان

اون اوصاف سے بالکلیہ علیحدہ نہیں ہوسکتا اِس لئے اوس کو حکم ہوا ہی کہ ایسا طریقہ اختیار کرے جو اون اوصاف سی علیحدہ ہوجانیکے مشابہ ہو گو کہ حقیقت میں علیحدہ ہوجانا نہ ہو اور وہ توسط ہی جیسیکہ سمویا ہوا پانی کہ نہ گرم ہے اور نہ سرد اور عود کا رنگ کہ نہ سفید ہی اور نہ سیاہ پس کنجوسی اور فضول خرچی انسان کی دو صفتیں ہیں اور سخاوت اوسمیں توسط کا درجہ رکھتی ہے جسمیں نہ کنجوسی ہی اور نہ فضول خرچی پس صراط مستقیم وہ توسط حقیقی ہے جو بال سی بھی زیادہ باریک ہے اور جو شخص کہ اون صفات متضادہ کے دونو سرونسے نہایت درجہ دور ہونا چاہی تو خواہ اون دونو سروں سے بیچا بیچ میں ہوگا۔ مثلاً ایک لوہی کے حلقہ کو آگ میں لال کر کے رکھیں اور اوسمیں ایک چیونٹی کو ڈالدیں تو وہ اوس کی گرمی سی بھاگے گی اور جو جگہ سب سے دور ہوگی وہاں ٹھہرے گی پس بجز مرکز کے اوس کو اور کوئی جگہ نہیں ملنے کی اور وہی مرکز وسط حقیقی ہی کیونکہ اوسی کو ہر طرف سی نہایت درجہ کا بعد ہی اور اِس مرکز یا نقطہ کا مطلق عرض نہیں ہی۔ پس صراط مستقیم وہی وسط ہی دونو سروں سے اور اوس وسط کا مطلق عرض نہیں ہی اور وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہی پھر جب خدا تعالی قیامت میں اِس صراط مستقیم کو متمثل کردیگا تو جو کوئی اِس دنیا میں صراط مستقیم پر ہوگا (یعنی اوس نے صفات متضادہ انسانی کے استعمال میں حتی المقدور توسط اختیار کیا ہوگا اور کسی جانب مائل نہ ہوا ہوگا) تو صراط آخرت پر بھی سیدھا چلا جاویگا +

امام صاحب کی دونو تحریروں میں اختلاف یا پچھلی میں ابہام ہے جو کچھ اونھوں نے کتاب اقتصاد میں لکھا ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ وہ صراط آخرت کو ایک شے مجسم دوزخ پر تنی ہوئی تسلیم کرتے ہیں اور کتاب المظنون میں جو لکھا ہے اوس سے صرف صراط مستقیم کا جو ایک مفہوم ہے جس کا متمثل ہوجانا بیان کیا ہے کما قال فاذا متثل اللہ تعالی لعباده فی القیامة هذا الصراط المستقیم الخ تو یہ نہیں بتایا کہ وہ تمثل روحانی ہوگا

یا جسمانی اور اگر روحانی ہوگا تو اوس پر سے گذرنیکے کیا معنے ہونگے و ھذا ابھام او زاد
من اظہار الحقیقۃ فتدبر۔

المیزان

امام صاحب نے اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھا ہے کہ میزان حق ہے اور اوس
پر تصدیق واجب ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ اعمال تو عرض ہیں یعنے جس شخص نے
کئے تھے اوس کے ساتھ تھے جب وہ نہ رہا تو وہ بھی معدوم ہوگئی اور جو چیز کہ معدوم ہوگئی
وہ کیونکر تولی جاوے گی اور نہ وہ اعمال جسم میزان میں یعنے اوس کے پلڑوں میں پیدا ہوسکتی
ہیں اور نہ اون اعمال کی شدت اور خفت کا اندازہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اِس کا جواب امام صاحب
یہ دیتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی گئی تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اعمال کے
لکھے ہوئے چِٹھے تولے جاویں گے کیونکہ کراماً کاتبین ہر ایک انسان کے اعمال کا چٹھا لکھتے
جاتے ہیں اور وہ مجسم چیز ہے پھر جب اون چٹھوں کو میزان میں رکھدیں گے تو اللہ تعالےٰ
اوس کے پلڑوں میں ہلکا پن یا بھاری پن اعمال کے رتبہ کے موافق پیدا کردیگا اور وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔ پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ اِس طرح اعمال کے تولنے سے کیا
فائدہ ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے کاموں میں یہ سوال نہیں ہوسکتا۔ لا یسئل
عمّا یفعل وھم یسئلون اوس کے بعد ایک یہ فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اعمال کی تولے
جانے سے بندہ اپنے اعمال کی مقدار جان جاوے گا اوس کو معلوم ہوگا کہ اوس کیساتھ
عدل ہوا ہے یا اپنی مہربانی سے خدا نے اوس کے گناہوں سے درگذر کیا۔

لیکن امام صاحب اِس بات کو بھول گئے کہ ہرگاہ اونہوں نے فرمایا ہے کہ اعمال کا وزن
یعنی میزان کے پلڑوں میں ہلکا پن یا بھاری پن خدا تعالیٰ اعمال کے رتبہ کے موافق پیدا

کر دیگا تو بندہ کو کیونکر ظاہر ہو گا کہ وہ وزن ٹھیک ٹھیک پیدا کر دیا ہے۔ اور جب یہ ظاہر نہ ہوا تو جو فائدہ امام صاحب نے بیان کیا ہے وہ باطل ہو جاتا ہے +

پھر امام صاحب اپنی کتاب المضنون بہ علی غیر اہلہ یعنی المضنون الاخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ میزان پر ایمان لانا واجب ہے جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ نفس انسانی جوہر ہے جو اپنے آپے سے قایم ہے اور جسم کا محتاج نہیں ہے تو وہ خود اس بات کے لئے تیار ہے کہ حقایق امور اور جو تعلق اُس کو جسد سے تھا وہ اوس پر منکشف ہو جاوے اور جو کچھ اوس پر منکشف ہو گا اوس کے اعمال کی تاثیر ہو گی بلحاظ قرب و معبد ذات باری کے اور خدا کی قدرت میں ہے کہ کوئی ایسی راہ نکالے جس سے ایک لحظہ میں تمام خلق اپنے اعمال کی مقدار اور اوس کی تاثیر دریافت کرے۔

بعد اس کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ میزان حقیقت میں اوس چیز کا نام ہے جس سے کسی شے کی کمی یا زیادتی معلوم ہو مثلاً اس دنیا میں ثقیل چیزوں کے تولنے کیلئے پلڑے دار ترازو ہے۔ آسمانوں کی حرکت اور وقت دریافت کرنیکی میزان یعنی ترازو اصطرلاب ہے یعنی میزان الشمس یعنی آفتاب کی ترازو اور سطروں کے اندازہ کی ترازو مسطر ہے اور حرفوں کی مقدار اور حرکات یعنی اشعار کی میزان یعنی ترازو علم عروض ہے او۔ آواز کی حرکات یعنی گانے کی ترازو علم موسیقی ہے پس خدا کو اختیار ہے کہ اعمال کے اندازہ کے طریقہ کو متمثل کر دے جس سے زیادتی و کمی اعمال کی معلوم ہو اور اوس کی صورت محسوس موجود ہو یا صرف خیال میں تمثیل ہو اور خدا کو معلوم ہے کہ وہ اوس کی ایسی صورت پیدا کرے گا جو محسوس ہو یا ایسی کرے گا جو تمثیل خیالی ہو فقط +

اِن دونو کتابوں میں جو کچھ امام صاحب نے لکھا ہے اور اوس میں جو تخالف

ہے وہ ظاہر ہے کتاب اقتصاد سے پایا جاتا ہے کہ وہ میزان کے جسمانی ہونے کی قایل ہیں۔ اور کتاب المضنون میں صرف اوس کی تمثیل کے قایل ہیں خواہ وہ محسوس ہو یا خیالی ہو۔ معہذا کسی مقام پر نہیں بیان کرتے کہ تمثل سے یا تمثل روحانی سے یا ہر ایک چیز کی روحانیت کے موجود ہونے سے کیا مراد ہے شاید اہل مکاشفہ کو اوسکی حقیقت منکشف ہوئی ہو مگر خدا کی بے انتہا خلقت ہے اور اون کو مکاشفہ نہیں ہے اون کو بھی تو کچھ سمجھانا چاہیے +

علاوہ اس کے جب اونہوں نے کتاب المضنون میں میزان کا متمثل ہونا محسوس یا خیالی قرار دیا تو یہ بھی بتانا تھا کہ اس صورت میں اعمال کے چٹھوں کا جو کراماً کاتبین لکھتے تھے کیا حال ہوگا وہ تو مجسم تھی وہ کس پر دھری جاویں گی +

ان دو امور کی نسبت اس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین کی بھی کچھ تحقیق ہے جو ذیل میں مندرج ہے۔

و اما مذہب بعض الفلاسفۃ الٰہیین فی ہذا الزمان ہذا

مذہبہم فی الصراط وہ کہتے ہیں کہ صراط آخرت حق ہے اور ہر شخص کو اوس کا طے کرنا ضروری ہے مگر اوس کے اوصاف کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی باڑ سے زیادہ تیز ہے اور دوزخ کے اوپر تنا ہوا ہے نہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور نہ کسی حدیث قابل الوثوق سے پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ صراط آیا ہے اور بعض احادیث احادمیں بھی جہاں واقعات قیامت مذکور ہیں صراط کا لفظ آیا ہے پس اون کا قول یہ ہے کہ جن معنوں میں قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اوسکے وہی معنے اون حدیثوں میں بھی مراد ہیں خود خدا نے اپنے بندونکو یہ دعا سکھائی ہے۔ اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين اور پیغمبر کو کہا ہے وانك لتهدي الى صراط مستقيم

پھر فرمایا ہی هذا صراط ربك مستقيما۔ فاتقوا الله واطيعون ان الله ربی وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم حضرت عیسیٰ کی زبان سے فرمایا ہی ان الله ربی وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقیم اور تمام نبی آدم کو فرمایا ہے وان اعبدونی هذا صراط مستقيم۔ والله يهدی من يشاء الی صراط مستقیم۔ ومن يعتصم بالله فقد هدی الی صراط مستقیم قل اننی هدانی ربی الی صراط مستقیم۔ افمن يمشی مكبا علی وجهه اهدی امن يمشی سويا علی صراط مستقيم قل كل متربص فتربصوا فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اهتدی۔ وان الذين لا يؤمنون بالاخرة عن الصراط لناكبون پس جن لوگوں نے کہ دنیا میں شرک نہیں کیا اور صرف خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی ہے وہ قیامت میں بھی صراط مستقیم پر ہوں گے اس حالت کا جسکو خدا تعالیٰ نے صراط سے تعبیر کیا ہے ہر شخص کو اوس کا طے کرنا یا یوں کہو کہ ہر شخص پر اوس حالت کا گذرنا لازمی ہے۔ خواہ شامت اعمال سے کبڑا اور ندامت زدہ ہو یا خوش نصیبی اور اعمال نیک علی الخصوص خدا کی توحید اور اوسی کی عبادت میں پکا ہونیسے سربلند اور خوشحال ہو اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہی جہاں فرمایا ہی افمن يمشی مكبا علی وجهه اهدی امن يمشی سويا علی صراط مستقيم یعنی کیا وہ شخص جو کبڑا ہو کر منہ جھکائے چلتا ہی زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھا ہو کر سیدھے رستہ پر چلتا ہے۔ صراط سے کوئی حقیقی اور ظاہری مجسم شے مراد نہیں ہے بلکہ اوس طریقہ کو جو اُس نے اختیار کیا ہے یا اوس کی حالت کو صراط مستقیم سے تعبیر کیا ہے ترمذی میں دو حدیثیں ہیں ایک کتاب میں یہ الفاظ ہیں شعار المومن علی الصراط رب سلم سلم اِس حدیث کو اور اوس کے الفاظ کو کچھ خصوصیت صراط آخرت سے نہیں ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا میں تین مقاموں میں سے کسی مقام میں ملوں گا علی الصراط۔ عند المیزان۔ عند الحوض۔ مگر خود ترمذی نے پہلی حدیث کو غریب اور دوسری حدیث کو

حسنٌ غریبٌ لکھا ہی۔
مشکوٰۃ میں ابو داؤد سے جو حدیث حضرت عائشہ کی نقل کی ہے اوسمیں الفاظ عند المیزان عند الکتاب۔ عند الصراط۔ بجائے۔ علی الصراط۔ کے آئے ہیں۔ اوسکے بعد یہ الفاظ ہیں کہ۔ اذا وضع بین ظہری جہنم۔ اور نہیں معلوم ہوتا کہ یہ الفاظ خود راوی کے ہیں یا حدیث رسول اللہ کے معہذا یہ دونو حدیثیں آپس میں مختلف ہیں ابو داؤد کی حدیث کا یہ مدعا ہے کہ آں حضرت اِن مقاموں میں ملیں گے اور ملنے والیکو پہچانیں گے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں صاف یہ ہے کہ ان مقاموں میں۔ لا یذکر احدٌ احدًا۔
غرضکہ صراط آخرت اُس حالت کی تعبیر ہے جو آخرت میں گذرے گی جو لوگ اس دنیا میں صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں صراط آخرت کو بھی کالبرق الخاطف طے کرجاویں گے۔ جو اس دنیا میں صراط مستقیم سے ڈگمگا جانیوالے ہیں وہ صراط آخرت پر بھی ڈگمگا جاویں گے اور جہنم میں گر پڑین گے۔ واما الالفاظ الواردۃ فی القرآن والاحادیث انما ورد علی ماینا سبہ لفظ الصراط کالمشی والنکوب وغیرھما۔

مذھبھم فی المیزان

وہ میزان کو یعنی اوس کو جس سے اعمال کا اندازہ ہوسکے اعمال کے وزن یعنی اندازہ ہونے پر یقین کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ والوزن یومئذٍ الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئک هم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم بما کانوا بایاتنا یظلمون ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین فمن ثقلت موازینہ فاولئک هم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم فی جہنم خالدون فاما من ثقلت

موازینه فهو فی عیشة راضیة واما من خفت موازینه فامه هاویه۔ اولئک الذین کفروا بایات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ میزان کا لفظ آیا ہی اور اوس سی آلۂ معروف وزن کشی بقالان وصرافان مراد نہیں ہے سورۂ شوریٰ میں فرمایا ہے اللہ الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان ومایدریک لعل الساعة قریب۔

اور سورۂ حدید میں فرمایا ہی۔ ولقد ارسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط

پس کوئی شخص یقین نہیں کرتا کہ سوائے کتاب اللہ کے کوئی ترازو یعنی آلہ معروف وزن کشی بھی خدا کے ہاں سے اُتری تھی پس قیامت میں خدا تعالیٰ اپنے علم کامل ازلی وابدی کے اور عالم کلیات وجزئیات کے ہونیسے اپنی اوس صفت عدل سے جو اوس میں ازلی وابدی ہے ہر ایک کے اعمال نیک وبد کی مقدار اون پر ظاہر کردیگا پس اوسی صفت وعدل کو میزان و وزن اعمال سے تعبیر کیا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے نہایت صاف طور پر سورۂ انبیاء میں فرمایا ہی ونضع موازین القسط یعنی ہم رکھیں گے ترازو عدل کی۔ عدل کی ترازو کیا ہے وہی عدل ہے کما یقال۔ الموازین هو العدل۔ المیزان[1] هو العدل ل ہمکو معلوم نہیں کہ اس زمانہ کے فلاسفر الحیین کی بھی تکفیر واجب ہی یا نہیں مگر بیشک اونکا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت عدل کو میزان سے تعبیر کیا ہے اور اظہار عدل یعنی اظہار نتیجۂ اعمال کو وزن اعمال سے +

اور وہ اون حدیثوں کو صحیح نہیں مانتے جن میں میزان کے پلڑوں اور ڈنڈی کے ہونیکا اور اعمال کے چھٹوں کا اون پلڑوں میں رکھکر تولے جانیکا ذکر ہی وهم یحلفون باللہ علیٰ یقینهم ان الالفاظ الواردة فی ذلک الروایات لیس الفاظ النبی صلی اللہ علیه وسلم بل من توهمات الرواة وانهم فسروا المیزان صافی ذهنهم وتفهیماً للناس واللہ اعلم لکنه هذا ما المعنیٰ بی والحمد للہ علیٰ ذلک

تمت

مطبوعہ مفید عام پریس علیگڈھ

[1] المیزان معروف والعدل والمقدار ووازنه عادله۔ ۱۲ قاموس

الملائكة والجن والشياطين

الامام الغزالی

رحمۃ اللہ علیہ

والملائکۃ والجن والشیاطین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس آرٹکل میں ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کو بیان کریں کہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصنیفات میں ملائکہ اور جن اور شیاطین کی نسبت کیا بیان کیا ہے۔ یہ مباحث مشکل ہیں مگر جہانتک ہم سے ہوسکیگا عام فہم لفظوں میں بیان کریں گے۔

مگر سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ امام غزالی صاحب کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جس کا نام المضنون بہ علی اہلہ ہے اور ایک دوسری کتاب ہے جسکا نام المضنون بہ علی غیر اہلہ ہے

یہ دوسری کتاب درحقیقت تین کتابوں پر مشتمل ہے معلوم ہوتا ہے کہ امام غزالی صاحب نے پہلے ایک کتاب لکھی اور اوس کا نام المضنون بہ علی غیر اہلہ رکھا یہ کتاب مصر میں چھپی ہے۔

پھر ایک دوسرا رسالہ لکھا جو الاجوبۃ الغزالیہ فی المسائل الاخرویہ کہا گیا۔ یہ رسالہ